سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۷	اپریل تا جون ۲۰۱۳ء	شمارہ نمبر: ۳

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	اداریہ	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۵
۳	عدلیہ آئین کا احترام کرے!	مولانا محمد ولی رحمانی	۷
۴	دُختر کشی — عہد جدید میں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹
۵	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ: وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان	مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی	۱۱
۶	خطبہ صدارت اجلاس اجین	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۴
۷	تجاویز تیسواں اجلاس عام بورڈ، اجین	ادارہ	۱۷
۸	اعلامیہ اجین	ادارہ	۱۹
۹	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	مولانا رضوان احمد ندوی	۲۲
۱۰	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	وقار الدین لطیفی	۲۸
۱۱	جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

مسلمان کے لیے دستور حیات ان کے خالق اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے دین اسلام کو ماننے اور عمل کرنے کے لیے وحی الٰہی کے ذریعہ متعین کیا گیا ہے، وہ جامع اور مکمل رکھا گیا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ وہ آسان اور ہر ایک کے لیے قابل عمل اور استطاعت کے مطابق رکھا گیا ہے، اس میں جہاں عقیدہ وعبادت ہی نہیں بلکہ نجی زندگی کی ضرورتوں کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، اس میں سیرت واخلاق اور دوسروں کے ساتھ ربط وضبط اور آپس کے حقوق کو بھی حکم الٰہی کے مطابق انجام دینا بھی لازم کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انسان کی فطری اور عملی صلاحیتوں کو عمل میں لانے ان میں ترقیات حاصل کرنے کی بھی ہمت افزائی کی گئی ہے، اس طرح اسلام کا ضابطہ حیات یعنی شریعت ایک مثالی اور معیاری مکمل وجامع انسانی ضابطہ حیات بن گیا ہے، اور چونکہ وہ تمام انسانوں اور مخلوقات کے خالق اور مالک اللہ رب العزت کی طرف سے مقرر کردہ ہے جس کو آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو دیا گیا ہے، جس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کو لازم کیا گیا ہے، اور اس سے مسلمانوں کا اسلامی تشخص بھی قائم رہتا ہے، اور اس سے انکار اسلامی دائرہ سے خارج سمجھنے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح یہ قانون حیات جو شریعت اسلامی کہلاتا ہے، مسلمان کی زندگی کا یہ لازمی قانون ہے، مسلمان کے مسلمان ہونے کی پوری حیثیت اس قانون کی پابندی سے ہی بنتی ہے، اس طرح اس کی حیثیت مسلمان کی زندگی کے لیے لازم العمل دستور کی بنتی ہے، اور جس طرح دنیا میں مروجہ دستوری نظاموں میں کسی ملک کے باشندوں کے لیے اس ملک کے دستور کی پابندی ضروری ہوتی ہے، اور اس کا انکار کرنے والا باغی سمجھا جاتا ہے، اسی طرح دائرہ اسلام میں ہونے کے بعد اس کے دستور کی پابندی اسی طرح ضروری ہوتی ہے۔

اسی طرح ہم مسلمان کسی بھی ملک میں ہوں اگر وہ ملک جمہوریت کا نظریہ رکھتا ہے، اور اس کا دستور سیکولر ہے، یعنی مذہبی معاملہ میں دخل نہیں دیتا تو مسلمان ملکی دستور کی رو سے اپنے مذہبی معاملہ میں اسلامی شریعت پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، اور اس پر عمل لازم ہوجاتا ہے، ملک کے دستور کی طرف سے اس کی اجازت ملی ہوئی ہوتی ہے، اور یہ اجازت ہمارے

لیے ہماری شریعت کی پابندی کو آسان بنادیتی ہے، اور پھر اس کے بقاء اور اس پر عمل کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہوتی ہے، اور اس سے ہمارا اسلامی تشخص بھی بنتا ہے، اور اس تشخص سے ہم مسلمان ثابت ہوتے ہیں۔

اسلامی شریعت کی جامعیت اور کاملیت جو اس کی اہم ترین خصوصیت ہے اسلام پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اس کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس کی جامعیت کے رخ سے ہم کو عبادات، اخلاقیات اور معاملات تینوں پہلو کا عمل ہمارا فریضہ ہے، عبادات کا بنیادی مظہر نماز، روزہ، زکات وحج ہے، اخلاقیات کا مظہر اچھا طرز عمل اور آپسی برتاؤ ہے، اور معاملات کے لحاظ سے آپسی برتاؤ، کاروبار اور معاشی ومعاشرتی معاملات ہیں، ہم مسلمانوں کے لیے ان سب پہلوؤں میں شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے، اور ان پر عمل کرنے میں ملک کا دستور کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا، اگر انتظامیہ یا کسی جماعتی سطح سے کوئی رکاوٹ آتی ہو تو دستور کے حوالہ سے مسلمان قیادت سربراہان انتظامیہ اور دستور ملک کے محافظ ادارہ عدالت سے رجوع کرنا ہمارا فرض ہے، اور اس فرض کو ہمارا بورڈ انجام دیتا ہے، لیکن اسلامی شریعت کی پابندی کی خلاف ورزی خود مسلمان کی طرف سے ہورہی ہو تو اسلامی شریعت کا کارانجام دینے والوں کے پاس اسلامی شریعت کی اہمیت کو بتانا کس قدر ضروری ہوجاتا ہے، مسلمانوں کو ان کا پابند کرانا سب اہل حق کا فرض ہوجاتا ہے، اور یہ اس وقت مسلمانوں کی کوتاہیوں کا بڑا مسئلہ بن چکا ہے، یہ مسئلہ بھی بہت اہمیت کا ہے، اس کے لیے مسلمانوں کے اہل فکر حضرات کو اس کی طرف بڑی توجہ کرنے کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو شریعت اسلامی کی پابندی میں مختلف قسم کی کوتاہیاں ہورہی ہیں اس کی طرف توجہ دلانے اور شریعت پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی بہت ضرورت ہے، اصلاح معاشرہ اور تفہیم شریعت کے ذریعہ بخوبی کام انجام دیا جاسکتا ہے، رب العالمین کا کیا حکم ہے؟ اور کن باتوں سے منع کیا ہے، یہ سب شریعت کے دائرہ میں آتا ہے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ مسرفانہ اور حق تلفی والی رسوم وعادات، مالی معاملات میں اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں سامنے آرہی ہیں، زکات کی ادائیگی نماز کی طرح فرض ہے اس میں کوتاہی عام بات ہے، خرچ میں جائز اور ناجائز کی تمیز ختم ہوگئی ہے، آمد میں سود ورشوت، اخلاقیات میں ظلم وحق تلفی عام ہوتی جارہی ہے، اس کے لیے ہر صاحب فکر مسلمان کو اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرنا اپنا فرض بنالینا چاہیے، یہ مسلمانوں کی بڑی ضرورت ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنی صلاحیت واستطاعت کے تحت اس کی طرف توجہ بھی دلاتا ہے، اور جہاں اس کے اختیار میں ہے عمل بھی کرتا ہے، اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کی ضرورت ہے۔

❁❁❁

اداریہ

اپنے آپ پر شریعت کو نافذ کریں

مولانا سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وأطیعوا اللّٰہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم و اصبروا إن اللّٰہ مع الصابرین۔ (أنفال:۴۶)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں جھگڑے نہ کرو کہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرتے رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کی کامیابی اور ناکامی کا پورا قانون بیان کر دیا ہے، یعنی تین باتیں مسلمانوں کی کامیابی کے لیے کلید کا درجہ رکھتی ہیں، ایک تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت جس کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے، عبادت ہو یا معاشرت، لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوں یا معیشت و مالی معاملات، جب تک مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے اوپر اللہ اور اس کے احکام کو جاری نہیں کریں گے وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے، بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنی زندگی میں ایک تقسیم قائم کر لی ہے، وہ زندگی کے کچھ مسائل میں تو احکام شریعت کا پابند سمجھتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ، لیکن سماجی زندگی میں اپنی اور سماج کی خواہشات، دنیوی مفادات اور دوسری قوموں کے رسوم و رواجات کے تابع ہو کر زندگی گزارتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ جو دوسری قوموں کے لیے نمونہ ہونا چاہئے اس کا بکھراؤ اور اس میں پائی جانے والی بے اعتدالی کی مثالیں دی جاتی ہیں، جب تک ہم اپنے آپ پر دل کی آمادگی کے ساتھ پوری شریعت نافذ نہیں کریں گے اس وقت تک وہ غیبی مدد حاصل نہیں ہوگی جس کا اس امت سے وعدہ کیا گیا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اسی مقصد کے لیے اصلاح معاشرہ کی تحریک چلا رہا ہے اور مختلف دوسری تنظیمیں بھی اس کے لیے کوشش کر رہی ہیں، لیکن یہ پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ پر اس کو نافذ کرے۔

دوسری بات جس کا حکم دیا گیا ہے وہ ہے امت کا اتحاد اور اس کا آپسی جھگڑوں سے اجتناب کرنا، یہاں قرآن نے ''تنازع'' کا لفظ استعمال کیا ہے، اگر اختلاف فکر کا ہو، اگر اختلاف اخلاص پر مبنی ہو، اگر اختلاف طریقۂ کار کا ہو جو ملت کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور آدمی ایک کام کرتے ہوئے دوسرے کام کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے تو یہ ''تنازع'' یعنی جھگڑا نہیں ہے، بلکہ اس طرح کا اختلاف عہد صحابہ سے رہا ہے، نہ اس کی وجہ سے آپس میں لوگ دست و گریباں ہوئے، نہ ایک دوسرے کی تحقیر و توہین کی، اور نہ اس سے امت میں کوئی انتشار پیدا ہوا ''تنازع'' سے مراد صرف اختلاف نہیں، بلکہ مخالفت ہے جس میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے مقابلہ فریق بن جائے، وہ اس کی عزت کے درپے ہو، ایک دوسرے کو گمراہ ٹھہراتا ہو، ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہ ہو، اور مشترکہ ایجنڈے پر مل کر کام کرنے کا روادار نہ ہو، یہ ایسا مرض ہے جو قوم کو اسی طرح کھوکھلا اور کمزور کر دیتا ہے جیسے کہ لکڑی میں گھن لگ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا نقصان بھی بتا دیا ہے کہ باہمی افتراق کے دو اہم نقصانات ہیں، ایک تو اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکامی، دوسرے دشمنوں کے مقابلہ بے وزن ہو جانا، زندگی کے کسی بھی شعبہ میں خواہ وہ مذہبی

ہو، ساجی ہو، سیاسی ہو، آپسی اختلاف سے قومیں اپنا وزن کھو دیتی ہیں، ان کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ان خس و خاشاک کی طرح ہو جاتی ہیں جنہیں ہوا کا معمولی جھونکا ایک طرف سے دوسری طرف اڑاتا رہتا ہے، پوری دنیا میں مسلمان اسی صورت حال سے دوچار ہیں، اگر دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالی جائے تو دنیا کے ایک بڑے خطّہ پر مسلم حکومتیں قائم ہیں، اللہ نے بہترین قدرتی وسائل سے انہیں نوازا ہے، دفاعی اعتبار سے ان کا محل وقوع نہایت اہمیت کا حامل ہے، آبادی کے لحاظ سے دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے، لیکن ان سب کے باوجود مسلمانوں کے خون کی ارزانی اور ان کی مظلومی و مقہوری پوری دنیا کے سامنے ہے، عالمی سطح پر ان کا کوئی وزن نہیں، وہ آج تک اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ممبری بھی نہیں حاصل کر سکے۔

خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی مسلمانوں کا حال اس سے مختلف نہیں، آپسی اختلاف کی وجہ سے نہ ان کا کوئی سیاسی وزن ہے اور نہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کو سبقت حاصل ہے، یہ وہ صورت حال ہے جس پر سب سے زیادہ علماء اور مذہبی قائدین کو غور کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر ان کی زبان و قلم میں اعتدال آجائے، وہ ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھ لیں، علمی اختلاف کو اپنی درسگاہوں تک محدود رکھیں اور ایسے مسائل کے مقابلہ ملت کے مشترکہ مسائل کو زیادہ اہمیت دیں تو موجودہ انتشار ختم ہو سکتا ہے۔

تیسرا حکم صبر کا ہے، صبر کے معنی برداشت کے ہیں، اسلام میں جو عبادتیں رکھی گئی ہیں وہ قدم قدم پر صبر کی تربیت کرتی ہیں، نماز میں انسان کو اپنی زبان عام گفتگو سے بند رکھنا ہے، جسم کو اپنی خواہش کے مطابق حرکت و سکون سے روکنا ہے، زکوٰۃ میں اپنے مال کے ایک حصہ کے انفاق کو خوشی خوشی برداشت کرنا ہے، حج میں قدم قدم پر خلاف طبیعت باتیں پیش آتی ہیں انہیں سہنا ہے، اور روزہ تو سراپا صبر ہے؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو ''شہر الصبر'' یعنی صبر کا مہینہ قرار دیا، اس سے صبر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

صبر کا تعلق صرف کسی حادثہ کے پیش آنے سے نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام مرحلوں سے ہے، انفرادی معاملات سے بھی اور اجتماعی مسائل سے بھی، بے صبری ہر جگہ نقصان پہونچاتی ہے، چاہے افراد کے نجی مسائل ہوں یا کسی گروہ کے مسائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اسوہ دیا کہ وہ حکمت اور صبر کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اور مخالفین کی زیادتیوں پر مشتعل ہونے سے بچیں، مکہ کی تیرہ سالہ زندگی آپ نے اسی طور پر گزاری ہے، یہاں تک کہ آپ نے ہجرت کی اور پھر کامیابی اور فتحمندی کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔

صبر کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں مسلمانوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوتی ہیں ہم ان کے خلاف قانونی کارروائی کریں، اور یہ کارروائی کتنی بھی طویل ہو اسے انجام تک پہونچائیں، ہم امت کے لیے تعلیم کا ایسا پروگرام بنائیں کہ چند سالوں میں مسلمانوں کے اندر خواندگی کی شرح صد فیصد ہو جائے، اور ہمارے نوجوان تعلیمی اعتبار سے برادران وطن کے دوش بدوش کھڑے ہو جائیں، ہم مسلم معاشرہ کی ایسی تربیت کریں کہ وہ اپنے آپ پر شریعت کو نافذ کرے، چاہے بظاہر یہ ان کے مفاد کے خلاف کیوں نہ ہو، ہم مسلمانوں میں یہ مزاج پیدا کریں کہ وہ اپنے باہمی نزاعات کو سرکاری عدالتوں میں لے جانے کے بجائے دار القضاء میں لے جائیں اور مذہبی پنچایتوں میں شریعت کے مطابق اسے حل کرائیں

رمضان المبارک کا مبارک مہینہ ابھی پیچھے گذرا ہے اس کا سب سے بڑا پیغام یہی ہے کہ ہم تقویٰ کا راستہ اختیار کریں، اور قرآن نے کامیابی کی جو راہ بتائی ہے اسی راہ پر اپنے آپ کو ڈال لیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو قرآن مجید کی اس آیت کے آئینہ میں اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

❁ ❁ ❁

عدلیہ آئین کا احترام کرے!

مولانا محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

عدالتوں کے ایسے فیصلے آتے رہے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عدالتیں (سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس) ایسے فیصلے بھی کرجاتی ہیں، جن میں قانون کی تشریح سے زیادہ قانون سازی کا رجحان پایا جاتا ہے، پانچ دنوں پہلے (۱۰ر جولائی ۲۰۱۳ء کو) عوامی نمائندگی ایکٹ پر سپریم کورٹ کی عنایت ہوئی، اور فیصلہ آگیا کہ مجرم عوامی نمائندوں (ایم پی اور ایم ایل اے) کو سزا ملیگی تو ایوان کی رکنیت سزا کے لازمی اثر کے طور پر ختم ہوجائیگی۔ اب اس فیصلہ پر دانشوروں کی رائے آرہی ہے، حمایت میں رائے دی گئی، اور مخالفت میں بھی ـــــــ عام طور پر رجحان یہ ہے کہ یہ فیصلہ سیاست کو مجرموں سے دور کرنیکا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا، اسلئے اس فیصلہ کی حمایت کیجارہی ہے!

کچھ پڑھے لکھے لوگوں نے یہ ضرور سونچا کہ ایکٹ میں "ایوان کی رکنیت کے خاتمہ" کا ذکر ایسے موقعہ کیلئے نہیں ہے، پھر سپریم کورٹ اپنے دائرہ کار سے آگے کس طرح بڑھ گیا اپنے حدود اور اختیارات سے تجاوز کیوں کرگیا ـــــــ؟ سونچ کا یہ دائرہ بنتا، پھیلتا اور بکھرتا گیا، مگر قانون اور آئین کی گرہوں سے واقف لوگ بھی چپ رہے کہ سپریم کورٹ سے کون لوہا لے؟ اور عوام کے مزاج کے خلاف کوئی کیوں بولے؟ مگر جسٹس مارکنڈے کاٹجو (سابق جج سپریم کورٹ اور موجودہ چیئرمین پریس کونسل آف انڈیا) نے جے پور میں نامہ نگاروں سے کہا "اس فیصلہ پر نظر ثانی ہونی چاہئے کیونکہ عدالتیں قانون نہیں بناسکتیں۔"

جسٹس مارکنڈے کاٹجو آئین کے بڑے ماہر اور قانون کے رمز شناس ہیں، ایک لانبے عرصہ تک وہ ہائی کورٹ کے جج، چیف جسٹس اور پھر سپریم کورٹ کے جج رہ چکے ہیں۔ وہ بڑے باحوصلہ اور اظہار رائے میں جری ہیں، جو انہیں جانتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اختلاف رائے کا احترام کرتے ہیں، وہ اپنے خلاف بھی سننے کی ہمت رکھتے ہیں، ساتھ ہی وہ غلط اقدام اور نامناسب فیصلوں کے خلاف اظہار رائے میں دیر نہیں کرتے، وہ نہ حکومتوں کو بخشتے ہیں، اور نہ میڈیا کے دباؤ میں آتے ہیں جو سمجھتے ہیں اسکا ایمانداری کے ساتھ اظہار کردیا کرتے ہیں، وہ کوئی ہلکی بات نہیں کہتے اور نہ جنتا کی جگالی کیلئے کچھ کہتے ہیں۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے (متعلق مجرم ایم پی اور ایم ایل اے) پر ابھی اکثر و بیشتر حلقوں سے سبحان اللہ الحمدللہ، اور واہ وا کیا فیصلہ ہے کی صدائے دلنواز آرہی ہے کہ جسٹس کاٹجو کی منفرد اور مدلل آواز بلند ہوئی ـــــــ "اس فیصلے پر مجھے کچھ اعتراضات ہیں، اسکا جائزہ لینا چاہئے ـــــــ" جسٹس کاٹجو نے واضح کیا کہ قانون بنانا قانون سازیہ کا کام ہے، عدلیہ اسے نافذ کرنے پر زور دے سکتی ہے، لیکن عدالتیں قانون نہیں بناسکتیں۔" انہوں نے یہ بھی کہا کہ آئین میں عدلیہ، قانون سازیہ اور انتظامیہ کا دائرہ اختیار مقرر ہے، انہیں ایک دوسرے کے کام میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ یہ آئین ہند کے تقاضوں کے خلاف ہوگا۔

جسٹس مارکنڈے کاٹجو کا یہ تبصرہ تشویش کی لہروں کو تیز کرتا ہے، عدالتیں اور خود عدالت عظمی اگر آئین کے تقاضوں کے خلاف فیصلے کرتی رہینگی اور اپنے دائرہ اختیار سے باہر جاتی رہینگی، تو اس ملک میں نہ آئین کا احترام باقی رہیگا اور نہ قانون کی حکمرانی باقی رہیگی ـــــــ عدالت کے فیصلے آئین اور قانون کی رو سے بالکل درست ہونے چاہئیں۔ چاہے متعلق حضرات اسے پسند کریں، یا ناپسند، عدالتوں کو اسکی فکر ہی نہیں ہونی چاہئے کہ

اسکے فیصلہ پر واہ واہ ہوگی یا آہ بھری جائیگی۔ اگر عدالتیں واہ واہی کے چکر میں پڑیں، تو کچھ ہو یا نہ ہو، عدالتوں کا بھرم ٹوٹ جائیگا۔ اور عدلیہ کی اونچی قدریں اور لائق احترام روایتیں بھی شرمسار ہوں گی۔

یہ حقیقت ہے کہ سیاسی نمائندگی کا معیار گرا ہے اسلئے تازہ فیصلے کو عوامی تائید وحمایت حاصل ہوگی، ہوسکتا ہے ''جج رسیدہ'' حضرات تعریف کے پُل باندھ رہے ہوں، سیاستداں اس فیصلہ کی یا تو تائید کررہے ہیں یا خاموش ہیں۔ یہ ''فوری تائید'' بھی دراصل ''عوامی رجحان'' کے پیش نظر دی گئی ہے، ورنہ یہ تائید کرنیوالے ''کرسی رسیدہ سیاستداں'' بھی جب پہلے پہل چیف منسٹر بنے تھے، تو چار معروف جرائم پیشہ ایوان کے ارکان کے ساتھ اخبار کے پہلے صفحہ پر جلوہ افروز ہوئے تھے، اور بڑے پرسن مُدرا میں دکھ رہے تھے ـــــــ اس وقت ایسا انہوں نے اسلئے کیا تھا کہ وہ وقتی سیاست کا تقاضا تھا، اور آج فیصلہ کی فوراً تائید بھی اسلئے کی گئی کہ یہ وقت اور عوامی رجحان کی طلب ہے!

عدالتی فیصلوں کا یہ ''غیر عدالتی'' رجحان اس وقت سے زیادہ بڑھا ہے جب سے ججوں میں ''عدالتی ایکٹوازم'' کا خبط سوار ہوا ہے، اور یہ مرض کچھ ایسا بڑھا ہے کہ اب سینئر وکلاء بھی کہنے پر مجبور ہیں کہ SLP میں جج صاحبان کیا کیا آبزرویشن دینگے، اور کہاں کا معاملہ کہاں تک پہونچا دینگے، کچھ کہا نہیں جاسکتا ـــــــ پھر عدالتوں کے گلیاروں میں جو مختلف قسم کی پھسپھساہٹ اور بھنبھناہٹ سننے کو ملتی ہے، اور عدالت رسیدہ حضرات کھلے عام مینیج Manage کرنیکی بات کرتے ہیں، اگر اسے درست مان لیا جائے اور عدالتی ایکٹوازم کے ساتھ مینیج Manage ہونیوالے طریقہ کو ملا کر دیکھا جائے، تو یہ سچ نظر آئیگا کہ انصاف اور قانون کا خون کہیں اور نہیں، اونچی عدالتوں میں ہوگا!

ججوں کے ذاتی رجحانات اور شہرت طلبی کے مزاج نے بھی عجیب عجیب فیصلے لکھوائے ہیں، ماضی میں جسٹس کلدیپ سنگھ کے فیصلہ (سرلا مڈگل کیس) سے لیکر چند دنوں قبل بمبئی ہائی کورٹ نے ''راضی خوشی زنا کاری'' کی قانونی حیثیت پر جو فیصلہ دیا ہے، وہ انہیں رجحانات کا آئینہ دار ہے، اب یہ ''راضی خوشی زنا کاری'' کو قانوناً صحیح کہنا کچھ اسی انداز کی بات ہے جیسے یہ کہا جائے کہ بغیر اجازت قتل کرنا جرم ہے، لیکن کسی طرح بھی اجازت حاصل کرلی جائے، تو قتل کو قتل نہیں مانا جائیگا اور فیصلہ عدالت کا یہی ہوگا کہ ''قتل بالرضا'' دفعہ ۳۰۲ کے زمرہ میں نہیں آتا، قاتل نے دفعہ ۳۰۲ والا جرم نہیں کیا، اسلئے اسے رہا کیا جائے۔

یہ جج صاحبان کے ذاتی رجحان والے فیصلے بڑے خطرناک ہیں، جس سے آئین کا ڈھانچہ ہی چور ہوجائیگا ـــــــ ہمارے آئین نے جج کے ذاتی عقیدہ، ذاتی پسند اور ناپسند، آستھا اور شخصی احترام وعقیدت کو عدالتی سسٹم میں کوئی وزن نہیں دیا ہے، اور صحت مند عدالتی روایات بھی یہی ہیں، مگر برسوں سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ قانون ذاتی رجحان کے سامنے کمزور پڑتا چلا جارہا ہے۔ سماجی معاملات والے مقدمات کے فیصلوں میں ذاتی رجحان کے دخل کی مثالیں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ بابری مسجد والے کیس میں بھی الہ آباد ہائی کورٹ کا آخری فیصلہ آستھا کے مقابلہ آئین اور قانون کی شکست کی واضح مثال ہے!

عدالتی فیصلوں کی یہ صورتحال انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے، اور نہ ہندوستان کی شاندار عدالتی روایات سے میل کھاتی ہیں، وقت جیسے جیسے گذرتا جائیگا۔ یہ برائیاں بڑھینگی اور طرح طرح کے بھدے پن کا اضافہ ہوتا جائیگا ـــــــ قابو پانے اور عدالتی وقار کو برقرار رکھنے کا وقت گذرتا جارہا ہے۔ اب بھی موقعہ ہے کہ ملک کے پروقار ذہین اور فکرمند جیورسٹ سرجوڑ کر بیٹھیں اور اپنے لئے خود ضابطہ کار اور ضابطۂ اخلاق بنائیں۔ اس اہم کام میں مرکزی حکومت کو بھی ہمت افزائی کرنی چاہئے، مرکزی وزیر قانون جناب کپل سبل قانون فہمی اور عمدہ قانونی روایتوں کے ماہر ہیں، اگر وہ کچھ پروقار اور یاد کئے جانیوالے ججوں کے ساتھ راہ عمل طے کرلیں، تو عدلیہ کی شاندار روایات کا سلسلہ جاری رہیگا۔

دُختر کشی — عہد جدید میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

ایک صاحب خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کفر و جاہلیت میں مبتلا اور بتوں کے پرستار تھے، خود اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے، میری ایک لڑکی تھی، وہ میرے پکارنے سے بہت خوش ہوتی تھی، جب بھی بلاتا دوڑ کر آتی، ایک دن میں نے اسے بلایا، وہ میرے پیچھے پیچھے آئی، میں اسے ساتھ لے کر چلتا رہا، یہاں تک کہ میں ایک محلّہ کے کنویں کے پاس آیا، جو کچھ زیادہ دور نہیں تھا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں پھینک دیا اور آخری بات جو میں نے اس کی زبان سے سنی وہ یہ تھی میرے ابو! میرے ابو! یہ سن کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہوا، اتنا روئے کہ ریش مبارک بھی آنسو سے تر ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمانۂ کفر کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے، اب نئے سرے سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرو، (سنن دارمی: ۱۳۱) اسلام سے پہلے عرب میں اس طرح کے ظالمانہ عمل کا ارتکاب کوئی شاذ و نادر بات نہ تھی؛ بلکہ کثرت سے ایسے واقعات پیش آیا کرتے تھے۔

اسی لئے قرآن مجید نے متعدد مواقع پر اولاد کشی اور خاص کر دختر کشی کی مذمت کی ہے، (الانعام: ۱۶) لوگ فقر و افلاس کے اندیشے سے قتل اولاد کے مرتکب ہوا کرتے تھے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کم سے کم دو جگہ بھوک اور فاقہ کشی کے خوف سے اس گھناؤنے جرم کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ان کی روزی ہمارے ذمہ ہے نہ کہ تمہارے ذمہ، (الاسرا: ۴، الانعام: ۱۹) ایک بار آپ ﷺ نے اس سوال پر کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ اول نمبر پر شرک کا نام لیا، پھر والدین کی نافرمانی کا اور اس کے بعد اس خوف سے اولاد کو مار ڈالنے کا کہ اس کے کھانے کا کیا نظم ہوگا۔ (بخاری)

کچھ لوگ وہ تھے جو قتل اولاد کو قربانی تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس عمل کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں گے، عربوں میں بھی یہ تصور عام تھا؛ چنانچہ قرآن مجید نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی مذمت بھی کی ہے، (الانعام: ۱۶) خود آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی قربانی کی نذر مانی تھی، جب نذر پوری کرنے کی نوبت آئی، تو اپنے دس بیٹوں کو لے کر کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور فال نکالا کہ قربانی کے لئے کس کا نام نکلتا ہے؟ اتفاق کہ سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ کا نام نکلا، یہ وہی عبداللہ تھے جن کے صلب میں نبوت کا ماہِ تمام چھپا ہوا تھا، عبدالمطلب اس قربانی کے لئے پوری طرح تیار تھے؛ لیکن قریش نے بڑی خوشامدیں کیں کہ اگر بیٹے کی قربانی کا رواج عام ہوگیا تو اس سے ہم کمزور ہو جائیں گے؛ چنانچہ زمانۂ جاہلیت کے طریقہ کے مطابق پانسے نکالے گئے اور بالآخر عبداللہ کے بدلہ سو اونٹ ذبح کئے، (السيرة النبوية لابن هشام: ۱۵۴۱) بچے کی قربانی کے نذر کے بعض اور واقعات بھی حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک خاتون نے اس قسم کی نذر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ اس کا کفارہ ادا کر دو، (موطا امام مالك، باب النهى عن النذور فى معصية الله) اس سے ظاہر ہے کہ عربوں کے یہاں ایسی قربانی کوئی نادر واقعہ نہ تھی اور یہ کچھ عربوں ہی پر موقوف نہ تھا؛ بلکہ دوسری قوموں میں بھی انسانی قربانی کا رواج رہا ہے، ہندوستان میں بھی دیویوں و دیوتاؤں پر انسانی چڑھاوے کا رواج تھا اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی خبریں پڑھنے کو مل جاتی ہیں کہ باپ نے اپنی ہی اولاد کو بلی چڑھا دی۔

تاہم فقر و افلاس کی وجہ سے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے قتل اولاد کے واقعات تو اکا دکا ہوتے تھے؛ لیکن ''دختر کشی'' کا رواج عربوں میں بہت ہی زیادہ تھا اور اس کے لئے ایسا شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا کہ سن کر اور پڑھ کر آج بھی دل کانپ اٹھتا ہے، حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں اعتراف کیا کہ وہ اسلام سے پہلے اپنی آٹھ دس لڑکیوں کو زندہ دفن کر چکے ہیں؛ بلکہ ایک روایت میں بارہ تیرہ

لڑکیوں کا ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۳۴۷)

دراصل عرب اپنے گھر میں داماد لانے کو شرم و عار کی بات سمجھتے تھے، اسی لئے بیٹی کی پیدائش کا نام سنتے ہی مارے غصہ کے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا اور وہ لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا تھا، اس کے سامنے دو ہی راستے ہوتے تھے، یا تو وہ اس متاعِ رسوائی کو اپنے پاس رکھے یا اسے منوں مٹی کے نیچے دفن کردے، (النحل: ۷) ہندوستان میں بھی راجپوتوں اور بعض دوسری طاقتور قوموں میں لڑکیوں کے دفن کردینے کا رواج تھا اور شوہروں کے ساتھ بیوی کا ستی ہوجانا بھی غالباً اسی تصور کا ایک حصہ تھا۔

گو اسلام سے پہلے بھی اور خود عرب سماج میں بھی بعض ایسے شریف النفس اور نیک طبیعت لوگ موجود تھے جو بے گناہ نومولود بچیوں کو حاصل کر لیتے اور پرورش کر کے ان کو جوان کرتے تھے، پھر اگر ان کے والدین چاہتے تو بچیاں ان کو واپس کردیتے، ورنہ خود ہی ان کی پرورش کرتے رہتے، بخاری میں اس سلسلہ میں خاص طور پر زید بن عمرو بن نفیل کا ذکر آیا ہے، (بخاری: ۵۴۰۱) لیکن اس کی حیثیت محض شخصی کوششوں کی تھی اور ایسی کوششیں انفرادی طور پر محض دو چار دس جانوں کے تحفظ کا باعث بن سکتی تھیں، یہ کوششیں اس مقصد میں ذرا بھی بارآور نہیں ہو پائیں کہ عربوں کے ذہن سے شرم و عار کے اس احساس کو مٹا سکیں اور ان کو سمجھا سکیں کہ جو شخص اپنی بیٹی کسی کے حوالہ کرتا ہے وہ ذلیل و حقیر نہیں؛ بلکہ وہ اپنے داماد کا محسن ہے، اور ہر مرد کو اپنی بیوی کے والدین کا منت شناس اور احسان مند ہونا چاہئے۔

لیکن جب پیغمبر اسلام ﷺ رحمت مجسم بن کر تشریف لائے اور کفر و جاہلیت اور اوہام و خرافات کی تہہ در تہہ تاریکی میں ان پر ہدایت کا چراغ روشن کیا، تو آپ ﷺ نے عربوں کے ذہن سے اس تصور ہی کو مٹا دینے میں کامیابی حاصل کی، آپ ﷺ نے لڑکیوں کو ''زحمت'' کے بجائے ''رحمت'' قرار دیا، ان کی پرورش کو آخرت کی نجات کا ذریعہ بتایا، سماج میں قریب قریب مردوں کے مساوی حقوق ان کو عطا فرمائے اور ہر طرح کے اعزاز و احترام سے اس مظلوم طبقہ کو سرفراز کیا، خواتین سے تو آپ ﷺ باضابطہ اس بات کی بیعت ہی لیا کرتے تھے کہ وہ قتل اولاد کا ارتکاب نہیں کریں گی۔

ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ یا تو وہ وقت تھا کہ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ رکھنا اور ان کی پرورش کرنا بھی باعث عار تصور کرتے تھے، یا پھر وہ وقت آیا کہ حضرت امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کی پرورش کے لئے تین تین صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدعی تھے، مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں آیا اور آپ ﷺ کو اس سلسلہ میں فیصلہ کرنا پڑا، پھر مسلمان جہاں کہیں گئے وہ مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کے لئے ایک پیام رحمت ثابت ہوئے، ہندوستان میں بھی مسلمانوں نے ہی ستی کی رسم ختم کی اور بیوہ عورتوں کے لئے تحفظ کا سروسامان کیا۔

ہمارا یہ دور علم و تحقیق اور انکشاف کا دور ہے، سائنسی ترقیوں نے بہت سی ایسی باتوں کو ''واقعہ'' بنا کر دکھا دیا ہے، جن کو نصف صدی پہلے ناممکن تصور کیا جاتا تھا، علم و تحقیق سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اکثر دو دھاری تلوار کا درجہ رکھتی ہے، اگر اس کا صحیح استعمال ہو تو بہت نافع، اور غلط استعمال ہو تو اسی درجہ مضرت رساں، ایسی ہی سائنسی تحقیقات میں ایک جنین کے بارے میں قبل از وقت حاصل ہونے والی معلومات ہیں، ایسی معلومات پر مبنی ٹسٹ کے لئے ''سونوگرافی مشین'' ایجاد پذیر ہوئی ہے، اس مشین کے ذریعہ جنین کی جنبش معلوم کرنا ممکن ہے؛ چنانچہ چند سو روپئے خرچ کر کے (Sex Dermination Test) کرایا جاسکتا ہے اور معلوم کیا جاسکتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟

ایک معمولی اندازہ کے مطابق اس ٹسٹ پر مبنی اطلاعات کی روشنی میں روزانہ پانچ تا چھ سو لڑکیاں اس عالم رنگ و بو میں آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اُتار دی جاتی ہیں، یہ قتل دشمنوں اور غیر سماجی عناصر یا غنڈوں کے ذریعہ نہیں ہوتا؛ بلکہ شفیق باپ اور ''ممتا سے معمور ماں'' کے ہاتھوں ہوتا ہے اور خاندان کے بزرگوں اور خیرخواہوں کا مشورہ بھی اس میں پوری طرح شریک رہتا ہے، گو انسانی حقوق اور خواتین کی مختلف تنظیموں کے احتجاج اور مطالبہ پر قانوناً ایسے ٹسٹ کو منع کردیا گیا ہے؛ لیکن جب تک اندازِ فکر میں تبدیلی نہ آئے، قانون شکنی کو کب روکا جاسکے گا؟

اصل میں لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ عورت کا وجود سماج کے لئے اسی قدر ضروری ہے جس قدر مرد کا، اگر عورتوں کی شرح پیدائش گھٹتی چلی جائے اور مردوں کا تناسب بڑھتا چلا جائے تو اس سے ایسے سماجی مفاسد پیدا ہوں گے کہ جن کا تصور بھی دشوار ہے، خواتین پر مجرمانہ دست درازی میں اضافہ ہوگا، زنا اور اغواء کے واقعات بڑھیں گے، (بقیہ صفحہ ۲۱ رپر)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ: وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی

ملت پر کوئی آنچ آئے یا ملک کسی خطرے سے دوچار ہو اس کے تدارک کے لئے سب سے پہلے علمائے کرام آواز بلند کرتے ہیں۔ ملک و ملت کی آبرو بچانے اور مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوششیں عام طور پر اسی طبقہ کی مرہونِ منت ہیں، ان کوششوں کی اس ملک میں لانبی تاریخ ہے ۔آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اسی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ مسلمانوں کا یہ مشترکہ ومتحدہ پلیٹ فارم ملک وملت کی خدمت اور تحفظ دین وشریعت کا جلی عنوان ہے ۔ آج سے چالیس سال پہلے ۷،۸/اپریل ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد میں بورڈ کا قیام عمل میں آیا، چونکہ بورڈ کی تعمیر وتشکیل ایک ایسی عظیم شخصیت کے ذریعے ہورہی تھی جو اعتدال وتوازن کے عظیم جوہر سے مالا مال تھی اور اس وقت کے سنگین حالات کا بھی یہ تقاضا تھا کہ اس بورڈ کو کسی ایک جماعت کے دائرے میں محدود نہ رکھا جائے بلکہ مسلمانوں کے مختلف مسالک ومکاتبِ فکر کے علماء، قائدین اور نمائندہ شخصیات کو اس میں شریک کیا جائے۔ چنانچہ بورڈ کے قیام سے پہلے اس کے بانی امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے مختلف مسالک ومکاتبِ فکر کے چیدہ اشخاص کو جوڑنے کی بھرپور کوشش کی اور بورڈ کے باضابطہ قیام سے پہلے ۲۷، ۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء میں بمبئی کے آزاد میدان میں منعقد ہونے والے مسلم پرسنل لاء کنونشن میں مسلمانوں کے مختلف مسلک ومشرب کے قائدین کا جو اتحاد اور ایک دوسرے سے محبت کا اظہار اور مل جل کر قانونِ شریعت کی حفاظت کا عزم دیکھنے کو ملا اس سے ملک کے مسلمانوں کو کافی اطمینان حاصل ہوا مختلف مسالک و مکاتبِ فکر کے افراد کو یکجا کرنے اور ان کو مشترکہ طور پر بلند مقاصد کے لئے جدوجہد اور کوشش وکاوش کی راہ پر لانے کا معاملہ کہنے اور لکھنے کے لئے جتنا آسان ہے عملی لحاظ سے اتنا ہی دشوار گزار ہے۔ اللہ حضرت امیر شریعت کی تربت کو ٹھنڈا رکھے کہ انہوں نے اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے بے پناہ جدوجہد کی وہ نہ تھکے نہ ہارے، نہ شکست حوصلہ ہوئے اور نہ ہی کسی مرحلے میں پہنچ کر اپنے مشن سے بددل ہوئے، وہ مخلصانہ جدوجہد کی کامیابی پر یقین رکھتے تھے اور انہیں اس بات کا احساس تھا کہ منزل چاہے کتنی ہی دور ہو اور ہدف چاہے کتنا ہی بلند مسلسل چلنے اور چلتے رہنے والا انسان ایک دن منزل پر پہنچ ہی جاتا ہے اور ہدف کا طلبگار ایک نہ ایک دن اپنے ہدف کو پالیتا ہے۔

مل ہی جائے گا ہدف خواہ ہو کتنا ہی بلند
شرط یہ ہے کہ کوشش اسی معیار کی ہو

حضرت امیر شریعتؒ کا اخلاص کہہ لیجئے یا ان کی دعائے نیم شبی کا اثر، کہ بورڈ کا کارواں اپنے بانی کے تشکیل کردہ رہنما خطوط پر آگے بڑھتا جارہا ہے اور جن مقاصد کے تحت اس کا قیام عمل میں آیا تھا ان میں اسے بھرپور کامیابی ملتی رہی ہے۔ حال کے چند برسوں میں جو اقدامات بورڈ نے کئے ہیں اور جتنے اور جیسے کچھ نتائج اس کے سامنے آئے ہیں اس نے بورڈ کے وقار واعتبار میں اضافہ کیا اور مسلمانوں کے دل میں اس کی عظمت کے نقش کو مزید مستحکم کردیا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں رائٹ ٹو ایجوکیشن کا قانون اس طور پر لایا گیا جس نے ملک کے باشندوں کو یہ احساس دلایا کہ حکومت مفت اور لازمی حق تعلیم کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچانا چاہتی ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اس قانون میں بعض شقیں ایسی ہیں جن سے تعلیمی اداروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن بڑی ذہانت کے ساتھ اس قانون میں مدارسِ اسلامیہ کے خاتمے کا پورا انتظام کیا گیا تھا۔ اس تدبیر کے پیچھے یہ ذہن کارفرما تھا کہ وزارتی گروپ کی رپورٹ (جس میں صاف لفظوں میں مدارسِ اسلامیہ کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا گیا تھا) اور مدرسہ جدیدکاری کی کوشش (جس میں مالی وسائل کے

ذریعے مدارس کو ختم کرنے کی سازش رچی گئی تھی) کی ناکامیابی کے بعد ایسا نسخہ استعمال کیا جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔لیکن بورڈ کے اکابرین بالخصوص مولانا محمد ولی رحمانی نے پورے قانون کا گہری نگاہ سے جائزہ لینے کے بعد اس حقیقت کو پوری صراحت کے ساتھ واضح کیا کہ رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ مدارسِ اسلامیہ کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے اور اس میں ایسی شقیں ہیں کہ قانون کے نفاذ کے بعد اس ملک میں مدارس اسلامیہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے گی۔اور دستور ہند کی دفعہ ۲۹، ۳۰ میں اقلیتوں کو اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے، انہیں چلانے، بڑھانے اور اپنا تعلیمی سسٹم قائم کرنے کا جو اختیار دیا گیا ہے اس قانون کے ذریعے وہ اختیار چھن جائے گا۔کوشش کی گئی کہ اربابِ اقتدار اس قانون کے زہر آلود حصے کو ختم کردیں، لیکن اس جمہوری ملک میں جب تک پرزور احتجاج نہیں ہوتا اور حکومتوں کو اپنا تختِ اقتدار خطرے میں نظر نہیں آتا معقول سے معقول بات بھی انہیں نامعقول ہی نظر آتی ہے۔چنانچہ ۲۶/نومبر ۲۰۱۱ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ لیا کہ اس قانون کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی جائے اور ملک کے گوشے گوشے میں یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ یہ قانون مسلمانوں کے خلاف ہے اور اس کے ذریعے ان کا دستوری حق چھینا جا رہا ہے۔بورڈ کے اس فیصلے کا پورے ملک میں استقبال کیا گیا اور مختلف ریاستوں میں بڑے پیمانے پر احتجاج ہوا، جس کے نتیجے میں اس قانون میں ترمیم کی گئی اور مدارس اسلامیہ کو رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔یہ مسلمانوں کے اس مشترکہ و متحدہ بورڈ کی بڑی کامیابی ہے۔

چند سالوں پہلے حکومت نے لازمی نکاح رجسٹریشن کا معاملہ اٹھایا اگرچہ کہ بورڈ نے اس کا استقبال کیا اور نکاح رجسٹریشن کو قبول کیا لیکن پوری وضاحت کے ساتھ اپنا یہ مطالبہ حکومت کے سامنے رکھا کہ جو نکاح رجسٹرڈ نہ ہو اسے بھی معتبر سمجھا جائے اور نکاح خواں حضرات کے رجسٹر میں جو اندراج ہوتا ہے اسے قانونی درجہ دیا جائے۔اس سلسلے میں مفصل تجاویز بورڈ نے حکومت تک پہنچادی ہیں۔اسی طرح وقف ایکٹ کے سلسلے میں مسلم پرسنل لاء بورڈ لمبے عرصے سے جدو جہد کر رہا ہے اور وقف ایکٹ ۲۰۱۰ء میں جو خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اوقاف جائیدادوں کو خطرہ لاحق ہے ان کے تدارک کے لئے چند اہم تجاویز مسلم پرسنل لاء بورڈ نے تحریری طور پر حکومت کو دے رکھی ہیں۔بورڈ کا یہ موقف ہے کہ وقف جائیدادوں کے انخلاء کے لئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کیا جائے اسی طرح غیر رجسٹرڈ اوقاف کو عدالتی چارہ جوئی سے محروم نہ کیا جائے اور غیر مسلم وقف کرے تو اسے درست مانا جائے (وقف ایکٹ ۲۰۱۰ء یہ ہے کہ غیر مسلم وقف نہیں کر سکتا) اور ہر صوبہ کی دو مشہور ملی تنظیموں کے ذمہ داروں کو وقف بورڈ میں نمائندگی دی جائے اور اس میں ٹاؤن پلانر بزنس منیجر اور ماہر زراعت کی نمائندگی چنداں ضروری نہیں ہے اسی طرح وقف بورڈ میں ڈپٹی سکریٹری رینک کے کسی ممبر کا ہونا بھی غیر ضروری ہے۔اس کے علاوہ بھی کئی اہم مطالبات پیش کئے گئے ہیں اور مختلف مرحلوں میں ان مطالبات کو دہرایا جاتا رہا ہے، اللہ کا کرم ہے کہ مخلصانہ مسلسل جدوجہد کا کچھ اثر ہوتا نظر آرہا ہے، بورڈ کے ۲۲، ۲۳، ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء کو اجین میں ہونے والے اجلاس عام میں اقلیتی امور کے وزیر کے۔رحمان خاں نے کئی لاکھ مسلمانوں کے اجتماع میں یہ اعلان کیا کہ وقف ایکٹ کے سلسلے میں بورڈ کے مطالبات کو منظور کروانے کی بھرپور کوشش کریں گے اور بورڈ کے منشاء کے مطابق ایکٹ میں ترمیم ہوگی۔پارلیمنٹ کے تازہ سیشن میں وقف بل پیش ہونے والا ہے، اب آنے والا وقت بتائے گا کہ وہ اپنے وعدے میں کتنے سچے ہیں اور یہ کہ وہ ملت کے ترجمان ہیں یا ایک خالص سیاستداں جو 'چہرہ اندر چہرہ' رکھتا ہے۔اور موقع محل کی مناسبت سے گفتگو کر کے واہ واہی لوٹتا ہے۔

حالیہ دنوں ۲۲، ۲۳، ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء کو ایم پی کے تاریخی شہر اجین میں ہونے والا آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا اجلاس عام اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل رہا کہ جہاں ایک طرف قانونی لڑائی کو تیز تر کردینے اور وقف ایکٹ، ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ اور یوپی میں زرعی جائداد میں عورتوں کو حصہ دینے کے قانون کے سلسلے میں آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا وہیں دہلی میں اجتماعی عصمت دری کے دردناک واقعے کے پس منظر میں پورے ملک میں اخلاقی اقدار اور مشرقی

روایات کوفروغ دینے اور بے حیائی کومٹانے اورختم کرنے کے لئے بھی اہم قرارداد منظور کی گئی جس میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ عورتوں پر ہونے والے ظلم اوران کی عصمت وعفت کی پامالی کے واقعات پر اسی وقت روک لگےگی جب کہ حکومت کی جانب سے ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جن کے ذریعے عصمت دری کے اسباب وعوامل پر قابو پایا جاسکے، ان میں کچھ ضابطے مردوں کے لئے ہوں اور کچھ خودخواتین کے لئے، اس قرارداد میں اقوام متحدہ کی جانب سے ہم جنسی اور زنا بالرضا کی وکالت کیے جانے پر سخت تأسف کا اظہار بھی کیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ عصمت دری کے واقعات کوروکنے کا ذریعہ ان چیزوں کوقرار دینا ایسا ہی ہے جیسے ''بیماری ''کو''علاج'' قرار دینا یا ''بد پرہیزی'' کو پرہیز'' سمجھنا۔ دہلی میں جس طرح کا واقعہ ہوا اسے روکنے اور عصمت ریزی کو مٹانے کے لئے ''دانشِ فرنگ'' کا یہ فتویٰ ہے کہ ہم جنسی اور زنا بالرضا کو قانونی درجہ دیا جائے۔ مشرقی ممالک کے لئے یورپ کا یہ ''تحفہ'' ناقابلِ قبول ہے۔ اس تجویز کے پیچھے جو ذہنیت کارفرما ہے اسے اس واقعے سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک بستی میں ایک بھینگا شخص رہتا تھا، کسی نے ایک دن اس سے پوچھا: تمہاری زندگی کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس بستی کے سارے لوگ بھینگے ہوجائیں تاکہ مجھے کوئی عیب دار قرار نہ دے۔ یہ حکایت وروایت جو سنے گا ہنس دے گا لیکن مشرقی ممالک کو جو تجویز یورپ کی جانب سے پیش کی جارہی ہے وہ بھی یہی ''بھینگا ساز پالیسی'' ہے جسے بہت سے لوگ غلط فہمی سے آزاد خیالی، ترقی اور جدت پسندی سمجھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اجّین میں منعقد ہونے والے بورڈ کے اجلاس نے اس پر کڑی تنقید کی اور اس سچائی کو واضح کیا کہ اخلاقی اقدار اور مشرقی روایات ہمیں عزیز ہیں اس ملک کا کوئی باشندہ یورپی تہذیب کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا، اور مسلمان تو کبھی کبھی اسے قبول کر ہی نہیں سکتے، اسلئے کہ بے حیائی کا ادنیٰ درجہ بھی ان کے دین میں ناجائز اور حرام ہے۔ ایسی تہذیب (جو تہذیب نہیں تعذیب ہے) پر وہ تین حرف بھیجتے ہیں اور ''جلوۂ دانشِ فرنگ'' سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

خیرہ نہ کرسکا مجھ کو جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

دہشت گردی کے بے بنیاد الزام کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے بےقصور مسلمان نوجوانوں کی گرفتاری پر بھی قرارداد منظور ہوئی اور اس بات کا مطالبہ حکومت سے کیا گیا کہ برسہا برس سے قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے والے مسلمان نوجوانوں کو باعزت رہا کیا جائے اور ہر ایک کو ۲۵/لاکھ روپئے بطور ہرجانہ دیا جائے۔ نوجوانوں کی گرفتاری اس ملک کا دردناک المیہ ہے اور ایسا بدترین ظلم جس نے پورے ملک کے نظامِ انصاف پر سوالیہ نشان قائم کردیا ہے۔ کے، رحمان خاں نے وزیر داخلہ کے حوالے سے بتایا کہ اس حساس اور نازک معاملے پر عنقریب اہم اقدامات کیے جائیں گے اور خود وزیر داخلہ کا ماننا ہے کہ یہ ظلم وزیادتی ہے اور کہیں نہ کہیں ناانصافی ہورہی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے وزیر داخلہ کے خط کا تذکرہ کیا جو انہوں نے موصوف کے نام تحریر کیا ہے۔ ڈوبتے انسان کو تنکے کا سہارا بھی ڈھارس دیتا ہے ان کی تقریر، اور وزیر داخلہ کے حوالے سے اس بات کے اعلان نے اجلاس میں موجود مسلمانوں کو بھی تھوڑا سا اطمینان ضرور دلایا، اب دیکھئے کہ آنے والے وقت میں کیا اقدامات ہوتے ہیں اور مظلوموں کے ساتھ کتنا انصاف کیا جاتا ہے۔ بورڈ کے ۲۳ ویں اجلاس کا آغاز مدرسہ عربیہ سراج العلوم کے میدان میں ایک خصوصی نشست سے ہوا، اور اختتام نانا کھیڑا اسٹیڈیم کے عظیم الشان عمومی اجلاس پر۔ جہاں کم از کم دولاکھ مسلمانوں کا مجمع اکٹھا ہوا اور اپنے عظیم قائدین اور نامور علمائے کرام کے گراں قدر افکار وخیالات سے مستفید ہوا۔ مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی پرجوش اور ولولہ انگیز تقریر ختم ہوئی تو پورا اسٹیڈیم نعرۂ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا اور نہ جانے کیوں مجھے اقبال کا یہ شعر یاد آگیا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

❀❀❀

خطبہ صدارت

برائے تیئیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اجین

منعقدہ ۹-۱۱/ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ، ۲۲-۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر بورڈ، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين ، و الصلاة و السلام علىٰ سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد ، و علىٰ آله و صحبه الغر الميامين ، و من تبعهم بإحسان و دعا بدعوتهم إلى يوم الدين ، أما بعد :

حضرات! آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس تیئیسویں اجلاس میں ہم آپ سب کا خیر مقدم کرتے ہیں، یہ اجلاس مدھیہ پردیش کے شہر اجین میں منعقد ہو رہا ہے، اجین کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ سراج العلوم میں اس کے سربراہ حافظ قاری محمد تقی صاحب کی مخلصانہ دعوت کو بورڈ کے ذمہ داران قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور امید ہے کہ اجین میں منعقد یہ اجلاس مفید اثرات ونتائج لائے گا

حضرات: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس ملک میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے لئے بورڈ خدمت انجام دے رہا ہے، اس ملک کے دستور میں اقلیت واکثریت اور متعدد مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا جو حق دیا گیا ہے، اس کے تحت مسلمانوں کو اپنے مذہبی ضوابط کے مطابق عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے، اس اختیار کی بناء پر مسلمان اس ملک کو اپنا ملک سمجھتے ہیں، اور دیگر اہل ملک باشندوں کی طرح اس کی حفاظت اور ترقی میں حصہ لیتے ہیں اور ایسا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، لیکن دستور کے دیئے ہوئے اس حق کے قائم رہنے کو خطرہ پیش آنے لگے، یا اس کو بدل دینے کی کوشش کی جانے لگے، تو مسلمانوں پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ اس کے بقاء وتحفظ کے لیے جو بھی دستوری وجمہوری طریقے ہیں ان کو اختیار کریں۔

چنانچہ آج سے چالیس سال قبل مسلمانوں کے مذہبی قوانین میں ترمیم کی آواز جب اٹھی، اور اس کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہوا، تو ضرورت محسوس کی گئی تھی کہ وہ کوشش مشترکہ ومتحدہ پلیٹ فارم سے ہو، اسی اہم اور مشترکہ کوشش کے لیے ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی تشکیل عمل میں لائی گئی، اور اس کو شریعت کے احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے ان کے تحفظ وبقاء کے لئے کوشش کا ذریعہ بنایا ہے، اس کی تشکیل میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور مسلکوں کی اس میں نمائندگی ہو چنانچہ مسلمانوں کے مختلف مسلکوں کی سربرآوردہ شخصیتیں اس میں شریک ہوں اور ان کا یہ اتحاد الحمد للہ تا حال قائم ہے، اس کے شروع میں ملک کی اہم ترین مسلمانوں شخصیتوں میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور امیر شریعت بہار واڑیسہ مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کی قیادت اس ادارہ کو حاصل ہوئی، ان کے بعد مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ نے سربراہی کی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کوشش کے تین میدان اختیار کئے، ایک تو جمہوری بیداری کے ذریعہ معاملہ کی اہمیت کو واضح کرنا، دوسرے حکومت کے ذمہ داروں کو توجہ دلانا، تیسرے دستور کے حوالہ سے عدالت سے رجوع کرنا۔

چنانچہ شریعت اسلامی کے کسی معاملہ میں مداخلت کی آواز جب بھی کسی طرف سے اٹھائی گئی تو ان تین پہلوؤں میں جس پہلو کو مفید سمجھا گیا اختیار کیا گیا، اور جمہوری بیداری کے ذریعہ بھی مطالعہ میں اثر پیدا کیا گیا، اس کے اثر سے مسلمانوں کی متحدہ آواز سامنے آئی، اور حکومت کے ذمہ داروں کو مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ کرایا گیا، اور ضرورت پڑنے پر کورٹ سے رجوع کیا گیا اور کورٹ کی طرف سے مدد نہیں ملی، تو دستور سازی کے ذمہ داروں کو متوجہ کیا گیا، چنانچہ اس کا فائدہ ہوا، اور ایک اہم مسئلہ میں حکومت وقت کی طرف سے پارلیمنٹ میں قانون بنوانے کی کوشش میں کامیابی ملی، اور اس سے

شریعت اسلامی کے مطلوب حق کا تحفظ ہوا، اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات کا تحفظ ہوا، لیکن کچھ دنوں سے اس متعلقہ قانون کی تشریح نچلی عدالتوں میں ایسی کی جانے لگی ہے، جو مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کے خلاف واقع ہو رہی ہے، ہمارے بورڈ کے سامنے اس کی مثالیں آرہی ہیں، اور بورڈ اس کے لیے ضروری فکرمندی اور توجہ سے کام لے رہا ہے، اور قانونی ذرائع اختیار کرکے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بابری مسجد کا مسئلہ استثنائی طور پر بورڈ کے ذمہ آگیا تھا، جس کو حل کرنے کی کوشش بورڈ کر رہا ہے، اس کے سلسلے میں ہائی کورٹ نے جو فیصلہ سنایا اس کے تدارک کے لیے مسئلہ کو سپریم کورٹ میں لے جانا ضروری سمجھا گیا۔

حضرات: بورڈ کے سامنے جو کام ہے وہ شریعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہے جو کہ دینی فریضہ ہے، اسلام میں دین کی اہمیت دنیا کی اہمیت سے زیادہ اور لازمی حیثیت کی حامل ہے، اور مسلمان اسکے پابند ہیں، اگر دینی ضرورت سامنے ہو اور اس کے لیے بھوکا رہنا ہو، تو مسلمان بھوکا رہ سکتا ہے، دنیاوی مفادات کو قربان کرنا پڑے، تو اس کو قربان کرسکتا ہے لیکن دینی حکم کو قربان نہیں کرسکتا، مذہبی احکام ہم کو ہمارے رب کی طرف سے دیئے ہوئے ہیں، اور ہماری دنیاوی مفادات کے مقابلہ ہماری دینی مصلحت کے تحت ہوتے ہیں، ہم اپنی دنیاوی مصلحت کو اللہ ورسول کی طرف سے مقرر کردہ حکم کے سامنے جھکادیتے ہیں، لیکن مذہبی مصلحت کو نظرانداز نہیں کرتے، اس ملک کے دستور نے ہم کو مذہبی تقاضوں کے سلسلے میں اختیار دیا ہے، اور ہم اس کی بناپر اپنے مذہبی احکام پر عمل کرتے ہوئے اپنی ضرورت کے مطابق زندگی گذارتے ہیں دستور کے اس دیئے ہوئے حق کی بقاء کی فکر کا کام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور بورڈ کو مسلمانوں کے تمام فرقوں اور ملی جماعتوں کی شرکت اور تعاون حاصل ہے، تحفظ شریعت کے علاوہ دیگر ملی معاملات ملت کی دیگر جماعتوں اور اداروں میں تقسیم ہیں، اس ملک میں مسلمان اگرچہ اقلیت میں ہیں لیکن وہ ایک بڑی امت اور بڑی حیثیت رکھتے ہیں، جس کے مسائل و معاملات مختلف اقسام کے ہیں، وہ سیاسی بھی ہیں اقتصادی بھی، ثقافتی ہیں اور ملکی معاملات سے بھی تعلق رکھتے ہیں، ان مسائل کی فکر اور کوشش کے سلسلے میں مسلمانوں کی دیگر جماعتیں ہیں اور وہ اپنا اپنا فریضہ انجام دیتی ہیں، ان کی اہمیت کو سمجھتا ہے، اور بورڈ ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو شریعت کے تحفظ کے معاملات وابستہ سمجھتا ہے۔

حضرات: بورڈ کے لیے یہ اطمینان اور اعتماد کی بات ہے کہ بورڈ امت مسلمہ ہندیہ کے مختلف نقطہائے نظر کے نمائندوں پر مشتمل ہے، اس طرح یہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم اور اجتماعی طاقت کا ادارہ ہے، اور اس کی مقصدیت اس بات میں بھی مضمر ہے کہ وہ امت مسلمہ کے بنیادی معاملات کو جن کا اصل تعلق ان کی شریعت سے ہے اپنا اصل موضوع بنایا ہے، اس طرح وہ نظریاتی اختلاف اور جماعتی سیاست سے الگ رہتے ہوئے امت کی متفقہ نمائندگی کا فرض انجام دیتا ہے، اور اپنی جدوجہد کے لیے علمی و قانونی ذرائع تک اپنے وسائل کو محدود رکھے ہوئے ہے، اور ضرورت ہے کہ وہ اپنی اس وحدت اجتماعی کی حفاظت کرے۔

حضرات: ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات سے غیر مسلموں کو واقفیت نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ خاصی غلط فہمیاں ہیں، اس کی بناپر ہمارے مذہبی معاملات میں ان کی مخالفانہ رایوں میں ان کی ناواقفیت کا بھی دخل ہوتا ہے، اس کے لیے بورڈ نے تفہیم شریعت کا شعبہ قائم کر رکھا ہے اس شعبہ کے فعال ہونے کی بڑی ضرورت ہے، تاکہ جو معاملات غلط فہمی کی بناپر سامنے آتے ہیں ان کا تدارک ہوسکے، اسکے لئے بورڈ چاہتا ہے کہ عدالت کے ذمہ داروں اور قانون والوں کے سامنے شریعت کے معاملات کی وضاحت کی مہم چلائی جائے اور جن کی معلومات شریعت کے بارے میں غلط ہیں وہ درست کی جائیں۔ اور اس سلسلہ میں حکومت کے ذمہ داروں سے گفتگو کے ذریعہ تفہیم کا کام خاصی فکرمندی سے کیا گیا اور الحمدللہ اس کا ایک حد تک فائدہ حاصل ہوا ہے، اور ابھی کوشش جاری ہے، اس میں ہمارے بورڈ کے سکریٹری جناب مولانا ولی رحمانی صاحب نے خصوصی فکر کا اچھا ثبوت دیا، اور اس کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری عبدالرحیم قریشی صاحب اور دیگر حضرات کی کوششیں بھی قابل قدر رہیں، اور الحمدللہ اس کا ایک حد تک فائدہ حاصل ہوا ہے اور ابھی کوشش

جاری ہے، اور اس کام کو مزید وسیع طریقہ سے کرنے کی ضرورت ہے۔

شریعت اسلامی کے تحفظ کے سلسلہ میں ایک یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل کرنے کے اختیار کے تحفظ کی جو بات ہماری طرف سے کہی جاتی ہے، اس کے ساتھ خود ہمارا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے، اس کے لیے بورڈ نے اصلاح معاشرہ کا شعبہ قائم کیا، جو حسب استطاعت کام انجام دے رہا ہے، لیکن ملک میں مسلمانوں کی آبادی وسیع ہے اور پورے ملک کے اطراف میں پھیلی ہوئی ہے، لہذا اس سلسلے میں کام کا میدان بہت پھیلا ہوا اور وسیع ہے، اس کے لیے یہ ذمہ داری تنہا بورڈ کے ذمہ داروں تک محدود رہنا ناکافی ہے، یہ ضروری کام ہے اور زیادہ سے حضرات کی توجہ کا محتاج ہے، یہ صرف کوئی ایک ادارہ پوری طرح انجام نہیں دے سکتا، اس کے لیے سارے اہل حق کی طرف سے توجہ وکارکردگی کی ضرورت ہے، اصلاح معاشرہ کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی پرسنل لاء یعنی شریعت اسلامی کے احکام اور ہدایات ہماری زندگی میں جاری وساری کرنے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ غیروں کی طرف سے یہ کہنے کا موقع نہ ہو، کہ آپ جس حق کا مطالبہ کرتے ہیں، خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

شریعت اسلامی الٰہی قانون حیات ہے، جو انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے آخری نبی کے ذریعہ ہم کو عطا کیا گیا ہے، شریعت اسلامی کے معاملہ میں حجت صرف اللہ کی کتاب ، اس کے رسول کی سنت صحیحہ اور استنباط مسائل کے مآخذ سرچشمہ ہیں، ان کے حوالے سے ناواقف لوگوں کو شریعت کے احکام کی خوبیوں سے واقف کرانا ایک بہت مفید کام ہے۔

البتہ یہ بات نہایت قابل توجہ ہے کہ جب ہم عدالتوں سے کہتے ہیں کہ فلاں فیصلہ شریعت اسلامی کے قانون کے خلاف ہے، تو اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اسلامی شریعت کو معلوم کرکے اولاً اس پر خود عمل کریں، اس طرح شریعت کے معاملات میں ہم مفتی یا قاضی سے دریافت کرکے مسئلہ حل کرسکتے ہیں، اس کے لیے بورڈ نے دارالقضاء کا نظام جاری کیا ہے، اس نظام کو زیادہ سے زیادہ عام اور کارگر بنانے کی ضرورت ہے، اور اس فکر وجدوجہد کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، کہ وہ شریعت اسلامی کے تحفظ کا صرف مطالبہ یا تذکرہ کرنے پر اکتفاء نہ کریں، بلکہ اس کے لیے جدوجہد بھی اختیار کریں۔

حضرات! ہماری ملت اسلامیہ ہندیہ کو ملک کی دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں الحمدللہ یہ امتیاز حاصل ہے، کہ وہ ایک تو اپنی شریعت کے معاملہ میں خود کفیل ہے، اور دوسرے یہ کہ اس نے اپنی شریعت اسلامیہ میں خود کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ملی تشخص کے بقاء کے لیے بورڈ کی صورت میں اپنا مشترکہ پلیٹ فارم بنا رکھا ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنی شریعت کے سلسلہ میں پیش آمدہ مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اور شریعت کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے۔

حضرات! بورڈ کے ذمہ داروں کے ذریعہ متعدد مشکل مسائل کے حل کی جو کوششیں کی گئیں اور ان میں سے متعدد میں کامیابی حاصل ہوئی، اس سے آئندہ کے لیے بھی کوشش کا جذبہ بڑھتا ہے، اور آئندہ بھی ایسے مسائل آئیں گے، جن کے حل کی فکر کرنا ہوگی، کیوں کہ حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے، اور نئے مسائل بھی ابھرتے ہیں، اس لیے بورڈ کو برابر فکر میں رہنا ہے، اخلاص اور حق پسندی کے ساتھ کام کئے جاتے رہنے سے انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوتی رہے گی، ہمارا یہ اجلاس حالات حاضرہ کے تناظر میں اپنا پروگرام طے کرے گا، اور انشاء اللہ اس پر بخوبی عمل کیا جائے گا، تمام ارکان بورڈ سے ملت کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے پورے تعاون کے ملنے کی امید ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ساتھ کی جانے والی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ ہی ہماری اصل طاقت ہے، ارو وہی ہماری کامیابی کی کلید ہے۔

بورڈ سے منسلک حضرات نے جس فکرمندی کا ثبوت دیا، اس کو ہم پوری قدردانی کی نظر سے دیکھتے ہیں، خصوصی طور پر جنرل سکریٹری بورڈ مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ اور اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب عبد الرحیم قریشی صاحب، سکریٹری بورڈ مولانا ولی رحمانی صاحب اور سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور دیگر حضرات خاص طور پر قابل ستائش ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

تجاویز ۲۳واں اجلاس عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

منعقدہ ۲۲-۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء، اجین

ادارہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس (منعقدہ ۲۲-۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء بمقام جامعہ عربیہ سراج العلوم اجین، زیر صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر بورڈ) طے کرتا ہے کہ:

(۱) 'وقف بل ۲۰۱۰ء' کی خامیوں کو موجودہ اور سابق مرکزی وزیر اقلیتی بہبود نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کے دوران تسلیم کیا تھا، اب سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے بعد بھی کئی خامیاں موجود ہیں، جن سے بورڈ نے حکومت کو واقف کرادیا ہے، حکومت نے اس کی روشنی میں ترمیمات کرانا قبول کیا ہے، حکومت ہند کو چاہئے کہ پارلیمنٹ کے موجودہ سیشن میں بورڈ کی تجاویز کے مطابق وقف بل میں ترمیم کرکے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور کرائے۔

(۲) 'ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل' میں ایسی ترمیمات کی جائیں، جن سے واضح انداز میں مذہبی مقامات، مذہبی اور خیراتی کام کرنے والے اداروں کو انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس سے استثناء حاصل ہو۔

(۳) سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق مرکزی حکومت کی طرف سے لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلے میں بورڈ بار بار اپنا موقف ظاہر کرچکا ہے کہ وہ نکاح کے رجسٹریشن کا مخالف نہیں ہے لیکن اس رجسٹریشن کو لازم قرار دینا شریعت اسلامی میں مداخلت ہے اور ہندوستان کے موجودہ حالات میں ناقابل عمل بھی ہے، اس لیے حکومت کو چاہئے کہ:

(الف) جس نکاح کا رجسٹریشن نہ ہو، اس کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جائے۔

(ب) رجسٹریشن کے کام کو آسان بنایا جائے، اور ان لوگوں سے متعلق کیا جائے جو نکاح پڑھانے کا کام کرتے ہیں۔ ان کے رجسٹریشن کو کافی سمجھا جائے اور صوبائی حکومتیں یہ نظم قائم کریں کہ نکاح خواں حضرات سے تفصیلات معلوم کرکے نکاح کی تفصیلات کمپوٹرائز کرادیا کریں! تاکہ محفوظ رہے۔ حکومت جس طرح مختلف ہسپتالوں سے بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں تفصیلات حاصل کرتی ہے، اسی طرح ان اندراجات کو گورنمنٹ کی طرف سے حاصل کرنے کا انتظام کیا جائے۔

(۴) بعض عدالتی فیصلوں کے ذریعہ اسلامی شریعت میں مداخلت کا سلسلہ جاری ہے اور شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء بری طرح مجروح ہورہا ہے (خصوصاً طلاق سے متعلق فیصلوں میں)، اس صورت حال پر بورڈ کا یہ اجلاس شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں تحفظ مسلم مطلقہ خواتین قانون میں بورڈ کی مجوزہ ترمیمات کو پاس کرائے؛ تاکہ ایسے فیصلوں کا تدارک ہوسکے۔

(۵) اسلامی تصور کے مطابق مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور وہ قیامت تک کے لئے مسجدیں ہی ہیں، نہ ان کی حیثیت بدلی جاسکتی ہے

اور نہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے، اسی لئے حکومت ہند اور خاص کر حکومت مدھیہ پردیش پر یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ سڑک کی توسیع کے نام پر مسجد یا اس کے کچھ حصہ کو منہدم کر دینا قطعاً نا قابل قبول اور مسلمانوں کی مذہبی مقدسات کی کھلی ہوئی بے احترامی ہے، اس لئے حکومت ایسے اقدامات سے باز رہے، نیز سڑکوں اور پلوں کو اس طرح ڈیزائن کرے کہ مسجدیں اپنی جگہ قائم رہیں اور ان کا کوئی حصہ متاثر نہ ہو، وقف بورڈ کو بھی چاہئے کہ وہ مسجدوں کے تحفظ کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرے اور مسلمانوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے پُر امن طور پر حکومت کی طرف سے ہونے والی ایسی کوششوں کو روکنے کی جدوجہد کرے۔

(۶) مسلمان عقیدہ توحید پر یقین رکھتے ہیں اور وہ ایک خدا کے سوا کسی مخلوق کی عبادت کے قائل نہیں ہیں، لیکن یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ مدھیہ پردیش اور بعض ریاستوں میں تعلیم گاہوں کے اساتذہ وعملہ، طلبہ وطالبات سے سوریہ نمسکار کرایا جاتا ہے، وندے ماترم پڑھوایا جاتا ہے، جس میں مادر وطن کو معبود کا درجہ دیا گیا ہے، اسکولوں میں کھاتے وقت بچوں کو ہندو تصور کے مطابق بھوجن منتر پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اسکولوں کے نصاب میں برادران وطن کی مذہبی کتاب گیتا کے بعض حصوں کو شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ ساری باتیں نہ صرف عقیدۂ توحید کے مغایر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول ہیں، بلکہ یہ سیکولرزم اور ملک کی جمہوری قدروں سے متصادم بھی ہیں اور دستور میں مختلف مذہبی اکائیوں کو مذہب کے سلسلہ میں جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کے برعکس ہیں۔ اس لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ دستور کے دائرہ میں رہتے ہوئے کام کریں، وہ کسی خاص مذہب اور عقیدہ کے مبلغ نہ بن جائیں، نہ دوسری مذہبی اکائیوں پر اکثریت کے مذہبی افکار اور طریقوں کو تھوپنے کی کوشش کریں، اس طرح کا عمل خواہ حکومت کی طرف سے جبر ولزوم کے ساتھ ہو یا اختیاری طور پر اس کی ترغیب دی جائے، دونوں ہی صورتیں غلط ہیں، کیونکہ ہمارے دستور کے مطابق حکومت کو کسی خاص مذہب کی ترجمانی کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ عوام کا انفرادی اختیار ہے۔

(۷) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس بے قصور مسلم نوجوانوں کی محض شبہ کی بنیاد پر گرفتاری، ایذا رسانی کے حکومتوں اور پولس کے رویہ کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس بات کو ملک کے جمہوری کردار اور عدل وانصاف کی قدروں کی پامالی قرار دیتا ہے کہ ملک کے کئی ریاستوں میں مسلم نوجوان برسوں سے جیلوں میں قید ہیں جن کے خلاف نہ کوئی معتبر شہادت ہے اور نہ ہی چارج شیٹ داخل کی گئی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ایسے تمام مسلمانوں کی فی الفور رہائی کا مطالبہ کرتا ہے اور ان کے بارے میں جن کے خلاف چارج شیٹ زیر تیاری ہے مطالبہ کرتا ہے کہ بلا تاخیر چارج شیٹ عدالتوں میں داخل کر کے ان کے خلاف مقدمات کو جلد از جلد فیصل کروایا جائے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ان مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تفتیشی اداروں یا عدالتوں نے بے قصور پا کر رہا کر دیا ہے مطالبہ کرتا ہے کہ ان بے قصوروں کی بے وجہ ایذا رسانی اور قید کے لئے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی کے قیمتی برس برباد ہونے کے علاوہ مستقبل بھی تاریک بن گیا ہے حکومتیں اتنا معقول معاوضہ ادا کریں کہ وہ باعزت زندگی گزار سکیں جو کم سے کم ۲۵/ لاکھ روپے ہو۔

علاوہ ازیں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حکومتوں سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ ان عہدیداران پولس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے جنہوں نے ان بے قصوروں کو جھوٹے الزامات میں ماخوذ کر کے اذیتوں اور قید وبند کی تکلیفوں میں انہیں مبتلا کیا۔

۞۞۞

اعلامیہ

بہ موقع ۲۳ واں اجلاسِ عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۹-۱۱/ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ، ۲۲-۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء

ادارہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، اما بعد

آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ اپنی عمر کے ۴۱ ویں سال میں قدم رکھ چکا ہے اور اس کا ۲۳ واں اجلاسِ عام ہندوستان کے تاریخی شہر ''اُجین'' میں منعقد ہو رہا ہے، یہ اجلاس ایک ایسے وقت منعقد ہو رہا ہے، جب پوری دنیا میں خواتین کے تحفظ کی تدابیر اور ان تدابیر کو عملی صورت دینے پر غور کیا جا رہا ہے، خود ہمارے ملک میں عصمت ریزی کا ایک ایسا واقعہ پیش آیا ہے، جو پوری قوم کی پیشانی پر دھبہ ہے اور افسوس کہ ایسے واقعات مسلسل سامنے آتے جا رہے ہیں، --- یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرہ میں خواتین کے ساتھ ناانصافیاں کی جاتی ہیں، ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کو نشانہ بنایا جاتا ہے، سسرال ہی میں نہیں ؛ بلکہ میکہ میں بھی ان کے ساتھ تشدد کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اسلام نے اس کے سد باب کے لئے ہمہ جہت تدابیر اختیار کی ہیں، وہ صنفِ نازک کی حفاظت کی ذمہ داری مردوں کے کاندھوں پر رکھتا ہے اور اسی لئے مرد کو قوّام قرار دیا گیا ہے، وہ جنسی زیادتی و ہراسانی پر سخت سزائیں دینے کا قائل ہے؛ تا کہ جرائم پیشہ لوگوں کو عبرت ہو اور ان کو کسی کمزور کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی ہمت نہ ہو، جرم و سزا کے سلسلہ میں اسلام کے اس تصور کی موجودہ حالات سے تصدیق ہو رہی ہے اور جو لوگ اسلام کے قانون تعزیر پر طنز کیا کرتے تھے، وہ بھی آج اس کی افادیت اور اہمیت کے معترف ہیں، اسلام اس کے ساتھ ساتھ ایسا پاکیزہ ماحول بھی فراہم کرتا ہے، جس کی وجہ سے جرم کی تحریک پیدا نہیں ہو پائے، اور انسان صاف ستھرے ماحول میں رہتے ہوئے اخلاقی قدروں پر قائم رہ سکے، وہ عورتوں کو بھی ہدایت دیتا ہے کہ وہ پردہ کا اور شائستہ و مہذب لباس کا اہتمام کریں، اسی طریقہ کار کا نتیجہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کا معاشرہ --- جہاں جنسی جرائم عام تھے، --- ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ بن گیا، جس میں مردوں کی نگاہ جُھکی ہوتی تھی، عورتیں اپنے ناموس کی حفاظت کے لئے مؤثر تدبیریں کیا کرتی تھیں اور عفت و عصمت کو انسانیت کا سب سے بڑا جوہر تصور کیا جاتا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں ایسے جرائم کو روکنے کے لئے صرف قانون کی تلوار استعمال کی جا رہی ہے، سخت سزاؤں کا مطالبہ ہو رہا ہے؛ لیکن نہ دل و دماغ کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور نہ ان اسباب و محرکات کو روکنے کی سعی کی جاتی ہے، جو ایسے جرائم کا سد باب کر سکیں، یہاں تک کہ جب خواتین سے ان کے تحفظ کے لئے ساتر اور شریفانہ لباس پہننے کو کہا جاتا ہے تو خود خواتین تنظیمیں مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتی ہیں ؛ اس لئے حکومت ہند کو چاہئے کہ ایسے جرائم کے سد باب کے لئے پورے ملک میں نشہ بندی کا قانون بنائے، جس کا ذکر دستور کے رہنما اُصول میں موجود ہے، خواتین کے لئے نائٹ ڈیوٹی کو منع کیا جائے، تعلیمی اداروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جداگانہ نظام تعلیم رائج کیا جائے، گھر سے باہر نکلنے والی خواتین کے لئے ساتر لباس کو قانوناً لازم کیا جائے، سیکوریٹی نظام کو سخت بنایا جائے، اخلاقیات کو تعلیم کا جزو بنایا جائے، ذرائع ابلاغ اور دوسرے وسائل کے ذریعہ نوجوانوں میں اخلاقی اقدار کو اُبھارا جائے، فحش لٹریچر اور غیر اخلاقی نشریات کے سیلاب بلاخیز پر بند باندھا جائے، تا کہ ان

نوجوانوں کے لئے سازگار ماحول فراہم ہو، جو واقعی ایسے جرائم سے بچنے کے خواہاں ہوں، جب تک دل و دماغ میں تبدیلی نہ آئے اور جرم کے محرکات کو روکا نہ جائے، اس وقت تک صرف سخت قوانین اور سخت سزاؤں کے ذریعہ جرائم کو روکنے کی کوشش بے سود اور بے فائدہ ثابت ہوگی اور یہ جڑوں کو چھوڑ کر پتّہ پر پانی ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

حضرات ! اس وقت مغربی قوتیں مشرقی ممالک میں بھی اپنے تہذیبی ایجنڈے کو نافذ کرنے کی کوشش کررہی ہیں، عورتوں کی نام نہاد آزادی اور مساوات کے نام پر ایسی تجویزیں پیش کی جارہی ہیں، جن سے خاندانی نظام بکھر کر رہ جائے گا، اخلاقی قدریں تباہ ہوجائیں گی اور انسان کی ہوسنا کی جانوروں کو بھی شرمسار کرے گی، اقوام متحدہ کے ذریعہ ہم جنسی اور باہمی رضامندی سے بدکاری کو جائز قرار دینے کا اور عورتوں اور مردوں کے درمیان مکمل مساوات کا نعرہ لگایا جارہا ہے اور اس کو مشرقی ملکوں پر تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے، جو ایک غیر فطری بات ہے، اسلام مساوات کا نہیں، عدل کا قائل ہے اور ہر ایک کے فرائض و حقوق ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے مقرر کرتا ہے، اسی میں انسانیت کی فلاح اور بھلائی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب خودکشی کے راستہ پر ہے اور آپ اپنی آگ میں جھلس رہی ہے، نکاح کی شرح کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے، طلاق کی شرح میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، شرح پیدائش گھٹتی جارہی ہے، ایسے بچوں کی تعداد بہت سے مغربی ملکوں میں اکثریت میں آگئی ہے، جن کے والد کا اتہ پتہ نہیں ہے، طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، بوڑھاپے کی زندگی مردوں اور خاص کر عورتوں کے لئے ایک بوجھ بنتی جارہی ہے، خاندانی نظام کے بکھر جانے کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگا ہے، یہ وہ صورت حال ہے جس کو ہر شخص سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور خود مغربی ممالک کے سنجیدہ مفکرین اور دردمند مصلحین اس صورت حال پر سخت پریشان ہیں، مگر افسوس کہ مشرقی ممالک اُس پروپیگنڈہ سے متاثر ہورہے ہیں، جو مغربی تہذیب کی ترقی کے سلسلہ میں میڈیا کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور منظّم طور پر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جس کی تہذیب اخلاقی قدروں پر قائم رہی ہے، جس نے مختلف مذاہب کی مسلّمہ اور مشترکہ تعلیمات کو ہمیشہ اہمیت دی ہے، شرم و حیا یہاں کے تمدن کا حصہ رہا ہے، ہمیں اپنی اس روایت کو باقی رکھنا چاہئے اور اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ مغرب کی ترقی اس کے علم و تحقیق کی دین ہے نہ کہ حیا باختہ تہذیب کی، ہمیں مغربی علوم سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہئے؛ لیکن اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ مغربی تہذیب سے ہم اپنے دامن کو بچائے رکھیں، یہ بات نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ ہماری حکومت عوام کے جذبات کے برعکس مغربی طرز زندگی کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہے اور بتدریج مغرب کے تہذیبی ایجنڈہ کو اس ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؛ لہٰذا تمام محبِّ وطن شہریوں کا فریضہ ہے کہ وہ اس فتنہ کی سنگینی کو سمجھیں اور اپنے ملک کو اس آگ سے بچائیں، جو ہماری سماجی اور اخلاقی روایات کو خاکستر کر کے رکھ دے گی۔

حضرات گرامی ! کسی بات کی طرف دعوت دینے اور اس دعوت کو موثر بنانے کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہوتی ہے کہ اس کا عملی نمونہ لوگوں کے سامنے موجود ہو، لوگ چلتی پھرتی زندگی میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں؛ اس لئے ایک داعی اُمت ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ خود مثالی اسلامی معاشرہ پیش کریں، جس میں خواتین کا احترام پایا جاتا ہو، جس میں بیٹیوں کو بوجھ نہ سمجھا جاتا ہو، جس میں خواتین کو اسلامی اُصولوں کے مطابق حصۂ میراث دیا جاتا ہو، جس میں طلاق کے بے جا واقعات پیش نہ آتے ہوں، جس میں خواتین کی عزت و عفت کی حفاظت کو ہر شخص اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہو، جس میں مردوں کی نگاہیں پست رہتی ہوں اور عورتوں کے لباس ساتر ہوں، جس میں بوڑھے ماں باپ کے وجود کو اللہ کی رحمت تصور کیا جاتا ہو نہ کہ بوجھ، جس میں تمام مسلم و غیر مسلم پڑوسیوں کو امن و آشتی حاصل ہو، اور جو زبان حال سے اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا ترجمان ہو، اگر ہم مسلم سماج کی ایسی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو یہ برادرانِ وطن کے سامنے ایک خاموش، اثر انگیز اور عملی دعوت ہوگی اور جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، از خود ان کا سد

باب ہوجائے گا۔

برادرانِ اسلام ! یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت مسلمان ملکی سطح پر بھی اور عالمی سطح پر بھی بہت سی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گذر رہے ہیں، انھیں جان و مال کا خطرہ درپیش ہے، انھیں بے آبرو کیا جاتا ہے، کسی ثبوت و شہادت اور فردِ جرم کے بغیر ہزاروں مسلمان نوجوانوں کو قید و بند میں رکھا گیا ہے، اور سالہا سال ان کو جیل میں رکھ کر ان کے مستقبل کو تباہ کردیا جاتا ہے، جب وہ باعزت بری کئے جاتے ہیں، تو نہ سماج میں معمول کی زندگی شروع کرنے کے لئے ان کو مناسب مواقع فراہم کئے جاتے ہیں اور نہ ان عہدہ داروں کی کوئی سرزنش کی جاتی ہے، جنہوں نے جھوٹی دفعات لگا کر بے قصور نوجوانوں کو پھنسایا تھا، بحیثیت ایک قوم مسلمانوں کو رسوا اور تنہا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، انصاف کے دوہرے پیمانے بنالئے گئے ہیں، مسلمان مصیبتوں سے دوچار بھی کئے جاتے ہیں، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ بھی ڈھائے جاتے ہیں اور پھر ان ہی کو ظالم بنا کر پیش بھی کیا جاتا ہے اور جرم کے کٹہرے میں کھڑا کردیا جاتا ہے۔

ان سب کا مقصد مسلمانوں کے حوصلے پست کرنا اور انھیں احساس کمتری میں مبتلا کرنا ہے؛ تاکہ مسلمان اسلام پر ہونے والی فکری اور تہذیبی یلغار کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور جس خدا بیزار تمدن کا اقتدار پوری دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس سے مزاحم نہ ہوں؛ لیکن ہمیں اس نازک موقع پر ایمانی قوت اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دین پر ثابت قدم رکھنا ہے اور دنیا پر اس حقیقت کو واضح کردینا ہے کہ ہم ہر طرح کی قربانی دے سکتے ہیں؛ لیکن اپنے دین اور اپنی شریعت میں ایک نقطہ کا بھی فرق گوارا نہیں کرسکتے، اگر ہم نے صبر واستقامت کا ثبوت دیا اور اس اہم تہذیبی اور فکری معرکہ میں ڈٹے رہے تو ان شاء اللہ کامیابی ہمارا مقدر ہوگی؛ کیوں کہ علم اور دلیل کی طاقت کو ظلم وجور کی طاقت سے زیر نہیں کیا جاسکتا: ''وَلاَ تَهِنُوا وَلاَ تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ''۔ (آل عمران:۱۳۹)

۞۞۞

بقیہ: دُختر کشی — عہد جدید میں

گھروں کا ماحول خراب ہوگا، اخلاقی انارکی پیدا ہوگی اور چوں کہ اصل میں افزائش نسل کا مدار عورت ہی کا وجود ہے اس لئے مطلق شرح پیدائش کم ہوتی جائے گی اور اس کے نتیجے میں افرادی وسائل کی قلت کا سامنا ہوگا، انسان کو خاندانی نظام کے سکون سے محرومی کو گوارا کرنا پڑے گا اور اس سے ایسی بے حیائی اور بے شرمی کو راہ ملے گی، جو تصور سے بھی ماوراء ہے، خود ہندوستان میں بعض قبائلی اقوام میں عورتوں کی شرح پیدائش میں کمی کی وجہ سے کئی کئی مردوں کی ''مشترک بیوی'' کا شرم ناک رواج موجود ہے، اسی سے دختر کشی کے اس جرم کی سنگینی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اگر ہم صرف والدین کو دختر کشی کی اس ''جاہلیت جدیدہ'' کا مجرم قرار دیں، تو شاید انصاف نہ ہو، پورا سماج اس کا مجرم ہے، وہ ظالم سماج جو اپنے لڑکوں کو بازار کے سامان کی طرح اُونچی قیمتوں پر فروخت کرتا ہے، جو چاہتا ہے کہ لڑکیوں کے والدین سے ان کی رگ گلو کا آخری قطرۂ خون بھی وصول کرلے، جس کو حرص وطمع نے سیم وزر کا ایسا پیاسا بنادیا ہے کہ جسے کوئی سگ گزیدہ مریض اور جس کی بے رحمی وشقاوت اور سنگدلی پر شاید درندے بھی شرماتے ہوں، جب تک ہم اس اصل مرض کا علاج کرنے میں کامیاب نہ ہوں، دختر کشی کی اس نئی لہر کو روک نہیں سکتے۔

قرآن مجید نے زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کی بابت عجیب نقشہ کھینچا ہے کہ خدا کا دربارِ انصاف لگا ہوگا، خدا پوری شان قہاری کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا، ناحق قتل کردی جانے والی پھولوں کی طرح معصوم بے گناہ لڑکیاں لائی جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائیں گے کہ آخر یہ کس جرم میں قتل کی گئی ہیں؟ بای ذنب قتلت ؟ (التکویر:۹) شاید اس وقت ان لڑکیوں کے قاتل ماں باپ بھی کٹہرے میں کھڑے ہوں گے، وہ ڈاکٹر اور معالج بھی جن کا فریضہ بہ حد امکان زندگی کی حفاظت ہے نہ کہ زندگی کا خاتمہ، اور شاید وہ پورا سماج بھی جو بالواسطہ ان بے گناہوں کے قتل میں شریک وسہیم ہے۔

۞۞۞

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ دہلی

مرتب: رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۲؍جون ۲۰۱۳ء روز سنیچر نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی زیر صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ منعقد ہوا جسمیں درج ذیل اراکین عاملہ و مدعوئین کرام نے شرکت کی:

اراکین عاملہ

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ لکھنؤ
۲۔ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نائب صدر بورڈ دیوبند
۳۔ ڈاکٹر مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ لکھنؤ
۴۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ دہلی
۵۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ پٹنہ
۶۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ حیدرآباد
۷۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ مونگیر
۸۔ جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب سکریٹری بورڈ تھانے
۹۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ دہلی
۱۰۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب دہلی
۱۱۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب دہلی
۱۲۔ مولانا احمد علی قاسمی صاحب دہلی
۱۳۔ جناب محمد جعفر صاحب دہلی
۱۴۔ جناب کمال فاروقی صاحب دہلی
۱۵۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب لکھنؤ
۱۶۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب لکھنؤ
۱۷۔ حکیم مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب میرٹھ
۱۸۔ جناب ڈاکٹر شکیل احمد صمدانی صاحب علی گڑھ
۱۹۔ پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب علی گڑھ
۲۰۔ ڈاکٹر یسین علی عثمانی صاحب بدایوں
۲۱۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ ممبئی
۲۲۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب ایم پی (بیرسٹر) حیدرآباد
۲۳۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب حیدرآباد
۲۴۔ جناب ملک محمد ہاشم صاحب چنئی
۲۵۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب پٹنہ
۲۶۔ مفتی احمد دیولوی صاحب گجرات
۲۷۔ مولانا عبدالعلیم قاسمی صاحب بھٹکل
۲۸۔ مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب کیرالا
۲۹۔ حاجی جمیل منظر صاحب کلکتہ
۳۰۔ جناب عارف مسعود صاحب بھوپال
۳۱۔ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ حیدرآباد

مدعوئین کرام

۱۔ جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ دہلی
۲۔ مولانا حافظ یعقوب علی خاں قادری صاحب دہلی
۳۔ علامہ سید عقیل الغروی صاحب دہلی
۴۔ قاضی محمد کامل صاحب دہلی
۵۔ مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دیوبند
۶۔ مولانا آس محمد گلزار قاسمی صاحب میرٹھ
۷۔ مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب باندہ
۸۔ جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب الہ آباد
۹۔ مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری صاحب دربھنگہ

۱۰۔	ڈاکٹر سید محمد فاروق صاحب	دہرہ دون
۱۱۔	جناب الحاج سکندر اعظم صاحب	کلکتہ
۱۲۔	مولانا محمد ابراہیم خضر ہاشم قاسمی صاحب	چنئی
۱۳۔	پیر جی حافظ حسین احمد صاحب	ہریانہ
۱۴۔	جناب شاہد حسین صاحب	لکھنؤ
۱۵۔	مولانا رحمت اللہ میر قاسمی صاحب	کشمیر
۱۶۔	مولانا محمود حسن حسنی ندوی صاحب	لکھنؤ

مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ سابقہ کارروائی کی توثیق کی گئی اس کے بعد جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے اجلاس کو بتایا کہ ابھی حال میں محترمہ بدر سعید صاحبہ چنئی نے ایک درخواست بطور رٹ مدراس ہائی کورٹ میں پیش کی، یہ بات افسوسناک ہے کہ یہ خاتون آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بانیوں میں شامل جناب جسٹس بشیر احمد سعید کی صاحبزادی ہیں، اس رٹ میں عدالت سے استدعاء کی گئی ہے کہ وہ تامل ناڈو کے چیف قاضی کو طلاق اور خلع کے صداقت ناموں کی اجرائی سے منع کریں کیونکہ قاضی ایکٹ ۱۸۸۰ء میں ایسا کوئی اختیار یا اجازت حکومت کے مقرر کردہ قاضی کو نہیں دی گئی ہے، لیکن درخواست رٹ میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ انتہائی قابل اعتراض ہیں ایک یہ کہ دستور ہند جو حقوق خواتین کو دیتا ہے شریعت کا قانون کئی حقوق سے مسلم خواتین کو محروم کرتا ہے، اس میں یہ بھی کہا گیا ہے دوسرے مذاہب میں عورتوں کی حفاظت کا قانون موجود ہے مگر مسلم عورتوں کو اس طرح تحفظ حاصل نہیں ہے۔ درخواست سے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ یونیفارم سول کوڈ کا نفاذ چاہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ چاہتی ہے کہ مسلمانوں کو طلاق عدالت کے ذریعہ حاصل کرنی چاہئے، چونکہ یہ ایک مفاد عامہ کی درخواست ہے تو بحث کے دوران یہ تمام نکات اٹھائے جاسکیں گے اور عدالت اپنا فیصلہ صرف استدعاء تک محدود نہیں رکھے گی اسلئے ضروری ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس رٹ میں بحیثیت فریق شریک ہو اور مسلم پرسنل لا میں عورتوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرے۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ یہ رٹ قاضی کے دائرہ کار سے متعلق ہے اور قاضی ایکٹ کے تحت قاضی کا کام صرف نکاح پڑھانا ہے، ایسی صورت میں چیف قاضی کی طرف سے صداقت ناموں کی اجرائی واقعی حدود سے تجاوز ہے اور بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ عدالت اس رٹ کو منظور کرے گی اور اگر ہم فریق بن کر چیف قاضی کے عمل کی تائید کریں تو ایسی صورت میں ہم کو بھی ناکامی ہوگی۔ جہاں تک یکساں سول کوڈ کا مسئلہ ہے اور دوسرے نکات ہیں چونکہ یہ رٹ داخل کرنے والی کی استدعاء میں شامل نہیں ہے اسلئے ان پر ہائی کورٹ فیصلہ نہیں دے سکے گی۔ جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب ایڈوکیٹ وکنوینر لیگل سیل نے کہا کہ رٹ میں چیف قاضی کو بھی فریق بنایا گیا ہے اسلئے ان کے موقف کا دفاع ان کی اپنی ذمہ داری ہے ہم اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ البتہ ہم اس بات کو واضح کرسکیں گے کہ ازدواجی معاملات میں نزاعات کے حل کے تعلق سے سول کورٹ کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے اور شرعی کورٹ یعنی دارالقضاء کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ خواتین کو جلد انصاف سول کورٹ سے نہیں ملتا اور یہ کہ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق کی رو سے مسلمانوں کو شریعت پر عمل کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ شریعت ہمارے مذہب کا لازمی جزو ہے۔

جناب ملک محمد ہاشم صاحب نے کہا کہ مدراس ہائی کورٹ میں جو رٹ داخل ہوئی ہے اس میں مرکزی حکومت، ریاستی حکومت اور چیف قاضی کو فریق بنایا گیا ہے، اس رٹ کا مقصد یکساں سول کوڈ کی تدوین کے راستہ کو ہموار کرنا ہے، تامل ناڈو کے مسلم اداروں اور تنظیموں کی ایک نشست ہوئی جس میں رٹ کے خلاف ہائی کورٹ سے رجوع ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔ بورڈ کو بھی ہائی کورٹ میں رجوع ہونا چاہئے۔ ہماری ریاست کی صورتحال کے پیش نظر ہم یہ بھی چاہیں گے کہ وہاں تفہیم شریعت کے پروگرام منعقد ہوں۔ جناب شکیل احمد صمدانی صاحب نے کہا کہ قاضی ایکٹ میں چونکہ طلاق وغیرہ کے بارے میں کوئی اختیار قاضی کو نہیں دیا گیا ہے اسلئے یہ رٹ منظور ہوگی اور عدالتیں فیصلہ استدعاء تک محدود رکھتی ہیں اسلئے بورڈ اگر فریق بنے تو اسکو بھی ناکامی کی شکل دیکھنا ہوگا۔ جناب شکیل احمد سید ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ آج کل ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کا رجحان یہ ہے کہ فیصلہ کو صرف استدعاء

کی حد تک محدود نہ رکھیں بلکہ جو دیگر امور پیش کئے گئے ہوں ان پر بھی فیصلہ دیں ایسا نہ ہو کہ مدراس ہائی کورٹ درخواست میں بیان کئے گئے دوسرے نکات پر فیصلہ سنائے اور اس کے بعد ہم جاگیں اور حرکت میں آئیں اسلئے اسی مرحلہ پر بورڈ کو فریق بننا چاہئے۔ مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب اور جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس رٹ کی مخالفت میں فریق بننا چاہئے۔ جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے رٹ کی پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ بورڈ اس میں فریق بنے اور اسکی نگرانی کا کام لیگل کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ مقدمہ کی بنیادی حیثیت واضح ہے قاضی ایکٹ کی وجہ سے ہم مقدمہ میں کمزور ہوسکتے ہیں اسلئے وہاں دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ یہ بات بھی سامنے آسکے کہ شریعت کے مطابق نزاعات کے تصفیہ کے لئے ایک ادارہ موجود ہے اور طلاق کے لئے سول کورٹ جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب نے یہ وضاحت کی ہے کہ دارالقضاء کے خلاف جو رٹ سپریم کورٹ میں تھی اس میں بورڈ نے جو جواب داخل کیا تھا اسکی کاپی جناب ملک محمد ہاشم صاحب کو فراہم کی جارہی ہے وہ وہاں یہ جواب ان سینئر ایڈوکیٹس کے مطالعہ کے لئے دیں جن کو ہماری طرف سے پیروی کرنے کے لئے مقرر کرنا ہے، پیش نظر ہو۔ اور پھر ان سے کہا جائے کہ تقریباً انہیں بنیادوں پر فریق بننے کی درخواست تیار کی جائے۔ اس درخواست کو قطعی نوعیت بورڈ کی لیگل سیل کے ذمہ دار کی توثیق کے بعد دی جائیگی۔ اجلاس نے طے کیا کہ:

”بدر سعید صاحبہ کی جانب سے داخل کردہ رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بحیثیت فریق ہائی کورٹ سے رجوع ہو اور یہ کہ ۱۵ر اگست ۲۰۱۳ء تک چنئی میں دارالقضاء قائم کیا جائے“

دارالقضاء کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر کردہ رٹ کے بارے میں جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب کنوینر لیگل کمیٹی نے بتایا کہ اس رٹ کی سماعت ۹ر مئی ۲۰۱۳ء کو سپریم کورٹ میں مقرر تھی لیکن رٹ پیش کرنے والے ایڈوکیٹ وشولوچن مدن جو اصالۃً پیروی کررہے ہیں حاضر نہیں ہوئے اسلئے کورٹ نے اسکو خارج کردیا۔ مگر ساٹھ دنوں کے اندر اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ بتاکر اس رٹ پر دوبارہ سماعت شروع کی جاسکتی ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اس کے اہم نکات کا جائزہ لے کر موقف کو طے کیا جائے اور یہ کہ جہاں تک ان نزاعات کا تعلق ہے جن میں دونوں فریق دارالقضاء میں حاضر ہوتے ہیں وہاں دارالقضاء کے اختیارات اور فیصلہ کو ثالثی کے قانون کے ذریعہ قوت ملتی ہے لیکن اگر کوئی فریق حاضر نہ ہو، یا حاضر ہوکر یہ کہے کہ وہ اس معاملہ کا تصفیہ دارالقضاء سے نہیں، بلکہ سرکاری عدالت سے کروانا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں قانونی طور پر بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں، جناب مچھالہ صاحب ایڈوکیٹ نے اپنی طرف سے یہ مشورہ دیا کہ فریق مخالف کے حاضر نہ ہونے کی شکل میں دارالقضاء کوئی فیصلہ نہ دے اور جہاں فریق مخالف یہ کہے کہ میں سرکاری عدالت سے تصفیہ چاہتا ہوں وہاں دارالقضاء عدالتی کارروائی میں جو فریق اس سے رجوع ہو اسکی مدد کرے ــــــــ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے مطالبہ پر ۱۹۳۹ء میں مسلم نکاح کے انفساخ کا قانون بنایا گیا یعنی خود مسلمانوں نے یہ حق اور اختیار سرکاری عدالت کے سپرد کردیا کہ ضلع جج کے اعلیٰ عہدہ کی عدالت کسی نکاح کو فسخ کرنے کا حکم دے۔ گویا مسلمانوں نے کسی شرعی ادارہ کے حق سے دست برداری کا اعلان کرکے یہ اختیار سرکاری ضلع جج کے حوالہ کیا اب اسلئے دارالقضاء کو انفساخ نکاح کے معاملات کو طے کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس نقطہ نظر سے بھی غور کرلیا جائے۔ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ قاضی پر دفع ضرر واجب ہے تو کیا ایسی صورت میں ضرر سے بچانے کے لئے شوہر کے حاضر نہ ہونے کی صورت میں بھی کیا قاضی نکاح کو ختم نہیں کرسکتا۔ جناب مچھالہ صاحب نے اس پر کہا کہ ایسی صورت میں عدالتی خلع کا راستہ کھلا ہوا ہے جہاں جاکر وہ نکاح فسخ کراسکتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب مظفرپوری قاضی شریعت نے کہا کہ انفساخ نکاح کے معاملات میں بیوی کے رجوع ہونے پر شوہر کو دارالقضاء سے ایک مرتبہ نہیں،

کئی مرتبہ نوٹسیں جاری کی جاتی ہیں اور تجزیہ یہ ہے کہ تقریباً 95% مقدمات میں شوہر حاضر ہوتے ہیں اور دونوں کی موجودگی میں دارالقضاء مقدمہ کی سماعت کرتا ہے۔ صرف 5% مقدمات ایسے ہوتے ہیں جس میں شوہر حاضر نہیں ہوتا اور دارالقضاء بیوی کی درخواست پر سماعت کے بعد فیصلہ کرتا ہے۔ مولانا نے یہ بھی بتایا کہ دارالقضاء کے اندر ہر مقدمہ کی تمام کارروائی ایک مسل کے اندر موجود ہوتی ہے اور بعض معاملات میں یہ ہوا ہے کہ ناراض فریق دارالقضاء کے فیصلہ کے خلاف سرکاری عدالت میں رجوع ہوا اور عدالت نے باضابطہ طور پر بنی ہوئی مسل کو دیکھ کر دارالقضاء کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۹۳۹ء کے قانون انفساخ نکاح کے تعلق سے جو مسودہ پیش کیا گیا تھا اس میں یہ بات تھی کہ اس کا فیصلہ مسلم ججوں کے ذریعہ ہوگا لیکن جو قانون منظور ہوا اس میں جج کے مسلم ہونے کی شرط باقی نہیں رہی لیکن شرعاً فسخ نکاح کے لئے فیصلہ کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے ورنہ یہ فسخ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے کہا کہ چنئی میں جو صورتحال پیش آئی ہے دراصل یہ ان طاقتوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو یونیفارم سول کوڈ کے لئے راستہ ہموار کر رہی ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ خواتین میں کام کیا جائے اور کچھ خواتین کو شریعت کے نفاذ کے تعلق سے لائحہ عمل بتایا جائے اور گائڈ لائن دی جائے تاکہ سازش کو ناکام بنایا جاسکے۔ علاوہ ازیں دارالقضاء میں کونسلنگ بھی ہوا کرے اور کونسلنگ سے خواتین کو جوڑا جائے۔ جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے دارالقضاء کی مونیٹرنگ پر زور دیا۔ جناب قاضی محمد کامل صاحب نے بھی اظہار خیال کیا، حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ ہمارے پاس قاضی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک قاضی سماعت کرتا ہے مسلیں تیار کرتا ہے مگر اسکو فیصلہ دینے کا اختیار نہیں ہوتا تو یہ مسل اس قاضی کو بھیجی جاتی ہے جسکو فیصلہ کا اختیار ہوتا ہے اور وہ پوری کارروائی کو دیکھ کر فیصلہ دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دارالقضاء کے لئے ایک مستقل فنڈ کی ضرورت ہے۔ مسلمان ریلیف یا فساد وغیرہ کا معاملہ ہوتو دل کھول کر روپے دیتا ہے، ایسے معاملات میں بھی مسلمانوں کو مالی تعاون کرنا چاہئے۔ جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب اور جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب نے کہا کہ ہندوستان کے قانون کے تحت سماعت کرنے والا ہی فیصلہ کرتا ہے اور اگر دارالقضاء میں بھی یہ طریقہ رائج کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس پر محترم جنرل سکریٹری صاحب نے فرمایا کہ وہ امارت شرعیہ آکر قضاء کے نظام کو دیکھ لیں تو محسوس کریں گے کہ دارالقضاء کے طریقہ کار میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری نے اجلاس کو بتایا کہ ۹/جولائی ۲۰۱۳ء کو سپریم کورٹ میں شبنم ہاشمی نامی سماجی کارکن کی رٹ زیر سماعت ہے جس میں انہوں نے سپریم کورٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ حکومت ہند کو ہدایت دے کہ تبنیت کے تعلق سے ایسا قانون بنائے جس کا اطلاق مسلمانوں پر بھی ہو اور مسلمان بھی کسی بچی یا بچے کو لے پالک بنا سکے۔ اس رٹ میں شبنم ہاشمی نے اقوام متحدہ کی ایک قرارداد کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں ارکان ممالک سے یہ کہا گیا ہے کہ آفات سماوی اور تشدد و خانہ جنگی کے نتیجہ میں بے سہارا اور یتیم ہونے والے بچوں کی کفالت کے لئے تبنیت کے قوانین بنائے جائیں تاکہ ان بے سہارا بچوں کو سہارا مل سکے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ اقوام متحدہ کے اس قرارداد میں جہاں ارکان ممالک سے تبنیت کے لئے قانون سازی کے لئے کہا گیا ہے وہاں متبادل کے طور پر اسلامی نظام کفالہ کو اختیار کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ اس قرارداد کو دیکھنے کے بعد اس بات کی کوشش کی گئی کہ اسلامی نظام کفالہ پر کوئی کتاب مل جائے جو عدالت میں پیش کی جاسکے۔ تعجب ہے کہ اس موضوع پر کوئی کتاب دستیاب نہ ہوسکی البتہ بورڈ کی جانب سے تبنیت کی ممانعت پر قرآنی آیات اور احادیث کے علاوہ بے سہارا بچوں اور یتیموں کی پرورش اور کفالت سے متعلق فقہ اسلامی کی کئی کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے۔ اس کے علاوہ انگریزی کتابیں بھی پیش کی گئی ہیں جن میں تحقیق کے بعد یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ لے پالک اپنے دل میں ایک شدید صدمہ رکھتا ہے اور اسی صدمہ کے ساتھ جیتا ہے اور عمر بڑھنے کے ساتھ صدمے میں شدت پیدا ہوتی ہے اور یہ الجھن تاعمر باقی رہتی ہے کہ

میرے والدین جن سے میں پیدا ہوا کون تھے اور کیسے تھے؟ اور کس وجہ سے ان کے اندر جارحیت پروان چڑھتی ہے چنانچہ تشدد کی طرف مائل اصحاب کا بہت بڑا تناسب متبنّی بنائے گئے بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کیس میں بورڈ انشاءاللہ پوری وضاحت کے ساتھ اسلام میں تبنیت کی ممانعت کی مصلحتوں کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یتیموں اور بے سہاروں کی پرورش کی جو ترغیب اسلام دیتا ہے اور باعث اجر وثواب گردانتا ہے اسکو بھی پیش کیا جائے۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے کہا کہ اسلام میں کفالہ یا بے سہاروں کی کفالت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے، اور اسلامی نظام کفالہ وہیں رائج ہوگا جہاں اسلامی حکومت ہوگی۔ اور چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اسلئے یہاں اسلامی نظام کفالہ پر کوئی کتاب نہیں ملتی اور یہاں وہ نظام رائج بھی نہیں ہوسکتا۔ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان میں جن قوموں میں لے پالک بنانے کا رواج ہے اس میں کوئی بھی کسی بے سہارا کو سہارا فراہم کرنے کے لئے لے پالک نہیں بناتا صرف وہی لوگ جن کے کوئی اولاد نہیں ہوتی اولاد کی خواہش کی تسکین کے لئے گود لیتے ہیں یہ بات بھی عدالت کے سامنے آنی چاہئے۔

اجین میں منعقدہ اجلاس بورڈ کی تجاویز کے سلسلہ میں جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ اجین کے اجلاس میں بھی وقف بل ۲۰۱۰ء کا جائزہ لیا گیا تھا اور یہ طے کیا گیا تھا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجاویز کو شامل کر کے وقف بل پارلیامنٹ کے جاری اجلاس میں منظور کروایا جائے لیکن اس سلسلہ میں متعلقہ وزراء سے نمائندگی ہوتی رہی اور کوشش اس بات کی کی گئی کہ راجیہ سبھا میں یہ بل منظور نہ ہو چنانچہ راجیہ سبھا نے بل منظور کرنے کے بجائے اس کے جائزے کے لئے پروفیسر سیف الدین سوز کی صدارت میں ایک سلیکٹ کمیٹی تشکیل دی ہے اور اب ترمیمات کے ساتھ وقف بل کو آنے والے اجلاس پارلیامنٹ میں منظور کروایا جاسکے گا۔

اجلاس اجین میں یہ بھی طے پایا تھا کہ ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل سے مساجد، مذہبی اداروں اور خیراتی ٹرسٹ واداروں کو مستثنیٰ قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ مگر اس دوران یہ ہوا کہ یہ کوڈ بل جائزے کے لئے وزارت مالیات کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس کے صدر سابق مرکزی وزیر یشونت سنہا تھے اس اسٹینڈنگ کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کردی ہے لیکن ابھی بورڈ کی قانونی کمیٹی نے اس رپورٹ کا جائزہ نہیں لیا ہے، اس جائزہ کے بعد ہی مزید اقدامات کی سفارش کی جاسکے گی۔ جناب قریشی صاحب نے مزید بتایا کہ یہ بھی طے پایا کہ قانون تحفظ حقوق مسلم مطلقہ کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے ازسرنو ترمیمات مرتب کر کے حکومت سے نمائندگی کی جائے۔ اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوسکی۔ اس تعلق سے جناب کمال فاروقی صاحب، جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ ترمیمات کا مسودہ تیار ہوسکتا تھا اس پر فوری توجہ دی جائے اور یہ بات بھی پیش کی گئی کہ اب جبکہ ۲۰۱۴ء میں جنرل الیکشن ہونے والے ہیں بورڈ کی ترمیمات کو منظور کروانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا اجلاس نے اس نقطہ نظر سے اتفاق کیا۔

بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے وقف بل ۲۰۱۰ء میں ترمیمات کے تعلق سے اجلاس کو بتایا کہ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوچکی ہے اس رپورٹ پر مفصل تبصرہ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی جانب سے خبرنامے میں شائع ہوچکا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب سلیکٹ کمیٹی کی تجاویز کے مطابق پارلیامنٹ کے آگے پیش ہوگا۔ اسلئے اس تعلق سے دباؤ بنانے کی ضرورت ہے، مولانا سعود عالم قاسمی صاحب نے کہا کہ معلوم ہوا ہے کہ اوقاف کی اراضی کو لیز پر دینے پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں جو مناسب نہیں ہے اس کی واضح مثال ہریانہ ہے جہاں تقسیم ملک کے بعد کئی قبرستان ایسے ہیں جن میں تدفین تقریباً بند ہوچکی ہے اور ایسے اوقاف کو لیز Lease پر دینے سے ہریانہ وقف بورڈ اس موقف میں آیا کہ کالج اور تعلیمی اداروں کے قیام کے اقدامات کرسکیں۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ اس وقت جو بل جس شکل میں آرہا ہے اس میں زیادہ ترمیمات کروانے کی کوشش نہ کی جائے اور بہت ہی ضروری ترمیمات پر اصرار کیا جائے تاکہ یہ بل جلد از جلد پاس ہو۔

جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اجلاس کو بتایا کہ بورڈ کے لئے ایک جائیداد بنگلور میں حاصل کی گئی

تھی، الحمدللہ طویل انتظار کے بعد یکم جون ۲۰۱۳ء سے اس کے کرایہ کی رقم بورڈ کو ملنا شروع ہوگئی ہے، اور اس رقم کے ساتھ سروس ٹیکس کی رقم بھی بورڈ کے اکاؤنٹ میں جمع ہورہی ہے، اور سروس ٹیکس کی رقم سرکار کے یہاں جمع کرنی ہوتی ہے اس کے لئے سروس ٹیکس نمبر حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے، اجلاس نے سروس ٹیکس رجسٹریشن حاصل کرنے کے لئے رضامندی کے اظہار کے ساتھ ساتھ یہ طے کیا کہ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اس کام کے سلسلہ میں بورڈ کی جانب سے ضروری کاغذات پر دستخط کریں اور اس سلسلہ میں کارروائی کریں۔

"RESOLVED THAT the Board be and is hereby consented to obtain Service Tax Registration.

"RESOLVED FURTHER THAT Mr. Mohammad Riaz Umar, the treasurer of the society, be and is hereby authorized to sign, subit, all the necessary documents forms on behalf of the society for thus purpose."

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ بورڈ کے لئے مالیات ایک اہم مسئلہ ہے بورڈ کے اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے لیکن آمدنی میں کم سے کم اس تناسب سے اضافہ نہیں ہورہا ہے، خطوط اور اپیل کے ذریعہ توجہ دلائی جارہی ہے مگر اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہورہا ہے اور تجربہ میں یہ بات آئی کہ اگر دورہ کیا جائے تو مالیات فراہم ہوتا ہے اسلئے ارکان اپنے اپنے علاقوں کا دورہ کریں اور لوگوں سے مل کر تعاون حاصل کریں اور بورڈ کے مالیہ کو مضبوط بنائیں۔ حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (جو پہلی مرتبہ بورڈ کی عاملہ کے اجلاس میں بحیثیت مدعو شریک ہوئے) نے کہا کہ بورڈ ملت اسلامیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اسلئے تمام مسلمانوں کو اس کا تعاون کرنا چاہئے اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ کسی بھی تنظیم اور جماعت میں مالیات بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ آثار قدیمہ کی مساجد میں نماز و جماعت کی ممانعت کی وجہ سے مسلمان فکرمند رہے ہیں اب معلوم ہوا ہے کہ آثار قدیمہ کے تعلق سے نیا قانون بننے جارہا ہے اسلئے مناسب ہوگا کہ ایک کمیٹی تشکیل دی جانی چاہئے جو موجودہ قوانین اور آنے والے قوانین کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کرے۔ چنانچہ اس تجویز کی روشنی میں جنرل سکریٹری بورڈ نے درج ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔

۱۔	جناب ڈاکٹر شکیل احمد صمدانی صاحب	کنوینر
۲۔	جناب کمال فاروقی صاحب	رکن
۳۔	جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب	رکن
۴۔	جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ	رکن
۵۔	جناب ایم۔ آر شمشاد صاحب ایڈوکیٹ	رکن

اخیر میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ اس ملک میں ہم اقلیت میں ضرور ہیں لیکن ہم کو ایک مضبوط اقلیت بننا چاہئے اور ایک زندہ ملت کی حیثیت سے اپنے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اس سلسلہ میں کسی جدوجہد سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ ہم ملت کے خدمت گذار ہیں اور اس حقیقت سے اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور اسکو نبھائیں۔ ملت کے مسائل کو اجتماعی قوت کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں گے تو کامیابی ملے گی۔ اللہ ہمارے اس اتحاد کو قائم رکھے۔ صدر محترم نے اتراکھنڈ اور ہماچل پردیش میں آئے سیلاب کی تباہ کاریوں پر افسوس اور اس میں بشمول یاتریوں اور عوامی جان و مال کے نقصان پر گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا اور کہا کہ یہ ملک ہمارا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارے ہی لوگوں کے نقصان پر درد و دکھ کا ہونا فطری ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ اس ملک کو سلامت رکھے اور ملک کے عوام کو عافیت و سلامتی عطا فرمائے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کے شکریہ پر بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی

● ۲۲؍جون ۲۰۱۳ء کو مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس صدر بورڈ محترم کی صدارت میں نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہوا، جس کی مکمل روداد الگ سے اسی شمارہ میں دی گئی ہے، مجلس عاملہ کے بعد پریس کو جو بیان دفتر سے جاری کیا گیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

''نئی دہلی: ۲۲؍جون ۲۰۱۳ء: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس آج نیو ہورائزن اسکول کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوا اس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ نے اتراکھنڈ و ہماچل پردیش میں سیلاب کی تباہ کاریوں اور بشمول یاتریوں، عوام کے جانی نقصان پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور بارگاہ خداوندی میں ملک کی سلامتی اور ملک کے تمام عوام کی عافیت کی دعاء فرمائی۔

اس اجلاس میں مدراس ہائی کورٹ میں بدر سعید صاحبہ نے چیف قاضی مدراس کی جانب سے طلاق وخلع کے تصدیق ناموں کی اجرائی کے خلاف جو درخواست داخل کی ہے اس پر غور کیا۔ اجلاس نے اس بات کو نوٹ کیا کہ یہ رٹ صرف چیف قاضی کے تصدیق ناموں کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس میں یونیفارم سول کوڈ کی تدوین کو خواتین کے مفاد میں قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لا کا قانون دستور کے بنیادی حقوق کے تحت جو حقوق مسلم خواتین کو ملتے ہیں ان سے بھی محروم کرتا ہے۔ علاوہ ازیں طلاق کی صورت میں مسلم عورت ظلم کا شکار ہو جاتی ہے اسلئے طلاق کے مسئلہ کو عدالتوں کے سپرد کیا جانا چاہئے اور یہ حق مرد کے پاس نہیں رہنا چاہئے اس رٹ کے شریعت اسلامی کے خلاف پیش کردہ ان امور کے پیش نظر بورڈ کی مجلس عاملہ نے یہ طے کیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کیس میں فریق بنے اور دین اسلام میں شریعت کی اہمیت اور شریعت کے احکامات کی حکمتوں کو پوری وضاحت کے ساتھ عدالت عالیہ کے سامنے پیش کرے۔

اس موقع پر سپریم کورٹ میں زیر سماعت مسز شبنم ہاشمی کی رٹ کے بارے میں بتایا گیا کہ اس پر بحث کے لئے ۹؍جولائی کی تاریخ مقرر کی گئی ہے جس میں مسز ہاشمی نے سپریم کورٹ سے حکومت ہند کو یہ ہدایت جاری کرنے کے لئے کہا ہے کہ ایسا ے پالک کا قانون بنایا جائے جس کا اطلاق مسلمانوں پر بھی ہو اور مسلمان بھی کسی کو متبنّیٰ بنا سکیں۔ بورڈ نے شریعت اسلامی میں متبنّیٰ بنانے کی ممانعت کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مغربی ممالک میں اس تعلق سے جو نیا ذہن بن رہا ہے جس میں کسی بچے یا بچی کے حقیقی والدین کو مخفی رکھ کر پالنے والے کو والد بنانے کے مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں اس تعلق سے مختلف تحقیقات کا جائزہ بھی سپریم کورٹ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اجلاس نے اس امکان کے پیش نظر کہ دارالقضاء کے خلاف جو رٹ فائل کی گئی تھی وہ پھر سماعت کے لئے قبول کی جائے اور اس پر بحث ہو دارالقضاء کے بھی مختلف پہلوؤں پر کئے جانے والے مختلف اعتراضات کا جائزہ لے کر اپنے موقف کو طے کیا۔ قانونی امور اور عدالتوں میں دائر کردہ ان مقدمات کے مسائل کو کنوینر لیگل سیل جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب سینئر ایڈوکیٹ نے پیش کیا جس پر کئی ارکان نے اظہار خیال کیا اور تجاویز پیش کئے۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف بل ۲۰۱۰ میں ترمیمات کے لئے جو کوششیں کی گئیں ان کو تفصیل سے پیش کیا اور بتایا کہ سلیکٹ کمیٹی اور وزارت اقلیتی بہبود نے ابھی تک پرسنل لا بورڈ کی اہم تجاویز کے بارے میں مثبت ردعمل کا اظہار نہیں کیا اسلئے اس میں مزید نمائندگی کی ضرورت ہے، اور بورڈ کی تجاویز کے بارے میں وزارت اقلیتی بہبود کا رویہ منفی ہو تو موجودہ برسراقتدار حکومت کے مسلمانوں کے خلاف اس رویہ سے عوام کو واقف کرانا ضروری ہوسکتا ہے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اور مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے دارالقضاء کی کارکردگی اور اس کے طریقہ کار کے مختلف پہلوؤں کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ اس اجلاس میں جن اراکین عاملہ، ملک بھر کے ممتاز علماء و دانشور

اور ماہرین قانون داں نے شرکت کی وہ درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ، ۲۔حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نائب صدر بورڈ،۳۔حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ،۴۔حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ، ۵۔حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ،۶۔جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، ۷۔حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ،۸۔جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب سکریٹری بورڈ،۹۔جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ،۱۰۔مولانا عبداللہ مغیثی صاحب میرٹھ،۱۱۔مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب دہلی،۱۲۔جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب دہلی،۱۳۔جناب ڈاکٹر شکیل صمدانی صاحب علی گڑھ،۱۴۔مولانا عتیق احمد بستوی صاحب لکھنؤ،۱۵۔مولانا یسین علی عثمانی صاحب بدایوں، ۱۶۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب حیدرآباد، ۱۷۔مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب پٹنہ، ۱۸۔جناب ملک محمد ہاشم صاحب چنئی، ۱۹۔مفتی احمد دیولوی صاحب گجرات، ۲۰۔مولانا سعود عالم قاسمی صاحب علی گڑھ،۲۱۔مولانا احمد علی قاسمی صاحب دہلی، ۲۲۔جناب محمد جعفر صاحب دہلی،۲۳۔جناب عارف مسعود صاحب بھوپال، ۲۴۔مولانا عبدالعلیم قاسمی صاحب بھٹکلی، ۲۵۔حاجی جمیل منظر صاحب کلکتہ، ۲۶۔جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب ایڈوکیٹ ممبئی، ۲۷۔جناب کمال فاروقی صاحب دہلی، ۲۸۔جناب اسدالدین اویسی صاحب حیدرآباد، ۲۹۔مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب لکھنؤ،۳۰۔مفتی عبدالشکور قاسمی صاحب کیرالہ،۳۱۔محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ حیدرآباد،۳۲۔جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب الہ آباد، ۳۳۔مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند،۳۴۔جناب شکیل احمد سید صاحب ایڈوکیٹ، ۳۵۔مولانا آس محمد گلزار قاسمی صاحب میرٹھ، ۳۶۔مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری، ۳۷۔ڈاکٹر سید فاروق صاحب دہرہ دون، ۳۸۔جناب سکندر اعظم صاحب کلکتہ، ۳۹۔مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب باندہ، ۴۰۔حافظ مولانا محمد یعقوب علی خان قادری صاحب دہلی، ۴۱۔علامہ سید عقیل الغروی صاحب دہلی،۴۲۔مولانا محمد ابراہیم خضر ہاشم قاسمی صاحب چنئی،۴۳۔پیرجی حافظ حسین احمد صاحب ہریانہ،۴۴۔قاضی محمد کامل صاحب دہلی،۴۵۔جناب شاہد حسین صاحب لکھنؤ،۴۶۔جناب محمود حسن حسنی ندوی صاحب لکھنؤ،۴۷۔مولانا رحمت اللہ میر قاسمی صاحب کشمیر۔"

● اوقاف

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شروع سے اوقاف بل میں مضبوط ترمیم کے لئے کوشش کرتا رہا ہے۔ ۲۶/نومبر ۲۰۱۱ء کو بورڈ نے قانون میں ترمیم کرانے کے لئے ملک گیر سطح پر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے پورے ملک میں تحریک چلائی، اور الحمدللہ اس کا خاطرخواہ فائدہ بھی ہوا۔

۹/اپریل ۲۰۱۳ء کو محترم صدر بورڈ کی قیادت میں بورڈ کا ایک مؤقر وفد نے وزیر اقلیتی امور حکومت ہند سے ملاقات کی اور مجوزہ ترمیمی بل میں بورڈ کی ترمیمات شامل کرنے کے تعلق سے گفتگو ہوئی۔ اور اسی طرح بوڈر کے ایک وفد نے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کی قیادت میں جناب احمد پٹیل صاحب کی قیام گاہ پر ۲۳/اپریل ۲۰۱۳ء کو وزیر برائے فروغ انسانی وسائل سے تعلیمی مسائل پر، وزیر داخلہ سے دہشت گردی کے مسئلہ پر اور وزیر اقلیتی امور سے وقف ترمیمی بل کے موضوع گفتگو کی اور میمورنڈم پیش کیا۔

۲۲/جون ۲۰۱۳ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا، اجلاس کے بعد بعض حضرات نے وقف بل میں بورڈ کی طرف سے دیئے گئے ترمیمات کے سلسلہ میں بعض حضرات کی طرف سے غلط بیانی شروع کردی گئی جس کے جواب میں بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری کی طرف سے حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

''نئی دہلی: ۲۵/جون ۲۰۱۳ء: اوقافی اراضیات کی استثنائی صورت میں فروخت کی اجازت کے مسئلہ کو لے کر بعض مفاد پرست عناصر نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے خلاف ایک مہم چھیڑ رکھی ہے تاکہ مسلمانان ہند کے اس متحدہ پلیٹ فارم اور شریعت اسلامیہ کے دفاع میں بے باکی کے ساتھ کام کرنے والے اس مضبوط محاذ کو مسلمانان ہند کی نظروں سے گرادیا جائے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کہا کہ تاثر یہ دیا جارہا ہے کہ وقف کے قوانین میں اوقافی جائیدادوں کی فروخت پر پابندی ہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ اب ان کی فروخت کی ترمیم لارہا ہے۔ یہ بات جھوٹ اور غلط ہے، وقف قوانین میں بورڈ کو فروخت کے اختیارات حاصل رہے ہیں جن کی وجہ سے مہاراشٹر کے وقف بورڈ نے کئی سودے کئے۔ اور دوسری ریاستوں میں بھی بورڈس نے زمینیں بیچیں اور اس کی آمدنی سے ان ہی اوقاف کے لئے جائیدادیں نہیں خریدیں اور یہ اوقاف ختم

ہوگئے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس اختیار کو محدود کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اور یہ بھی تجویز اس کے ساتھ پیش کی ہے کہ وقف بورڈس کو اوقافی جائیدادوں کے ہبہ اور رہن رکھنے کے اختیارات بالکلیہ ختم کردئے جائیں کہ وقف کی جائیداد تحفہ کے طور پر ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ کسی سے کچھ لے کر رہن کی جاسکتی۔ فروخت کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ اس زمین یا جائداد کا منشا اور مقاصد کے لئے استعمال ناممکن سا ہوگیا ہو تب وقف بورڈ اس کی فروخت کا فیصلہ کرے اور اس کی منظوری ادارۂ بالادست سے حاصل کرے، عام اعلان کے ذریعہ فروخت کا انتظام اور فروخت کی آمدنی سے کوئی زمین یا جائیداد اسی مقصد ومنشا کے لئے خرید کر وقف کی جائے۔ ملک میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے اوقاف ان جگہوں پر ملیں گے جہاں سے مسلم آبادی تقریباً ختم ہوچکی ہے، جن سے منشا و مقصد وقف کے استعمال کے لئے ایک پیسہ نہیں مل رہا ہے۔ اگر ان کو فروخت کرکے دوسری جگہ ان ہی مقاصد کے لئے زمین یا جائیداد نہیں لی گئی تو یہ اوقاف ختم ہوجائیں گے۔ کیا معترضین کا مقصد یہی ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ اسلامی میں ایسی اجازت نہیں ہے وہ براہ مہربانی کسی عالم سے ’استبدال وقف‘ کا مسئلہ پوچھ لیں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مزید کہا کہ معترضین نے فروخت کے مسئلہ کو بابری مسجد سے جوڑکر ایک طرف تو مسلم عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف اپنی شرپسند اور فتنہ پرور ذہنیت کا کھلا ثبوت فراہم کیا ہے۔ استثنائی فروخت کی تجویز میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ واضح کردیا ہے کہ کسی مسجد، کسی مقبرہ اور کسی درگاہ کو کسی صورت فروخت نہیں کیا جاسکتا اور بابری مسجد کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ واضح کرچکا ہے جس جگہ بابری مسجد تھی اس کی زمین مسجد ہے اور تا قیامت مسجد کے حکم میں رہے گی، مسجد کے گرجانے یا منہدم کردیئے جانے کے باوجود بھی وہ زمین مسجد ہی ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس واضح اعلان کردہ موقف کو ماننے کے بعد بھی بابری مسجد کا نام لے کر الزام لگانا جھوٹ اور مکاری ہی نہیں بلکہ فتنہ پروری ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ایک تجویز پر بابری مسجد کا نام لے کر انگلی اٹھانے والوں میں ایک صاحب وہ بھی ہیں جنھوں نے بابری مسجد کا خود سودا کیا ہے اور پیسہ کی خاطر اپنے ضمیر اور اپنے ایمان کو بیچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دہلی کے مسلمانوں نے تو نہیں بھلایا ہوگا کہ بہار کے متوطن، دہلی میں ٹیامحل میں مقیم اس شخص کو حکومت ملٹری ہیلی کاپٹر میں ایودھیا لے گئی اور واپس آنے کے بعد اس شخص کا یہ بیان لیا گیا کہ شیلا نیاس سے بابری مسجد کو کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے۔ مسلمان اعتراض نہ کریں، جبکہ شیلا نیاس اس نقشہ کے مطابق صدر دروازہ کا سنگ بنیاد تھا جس میں مندر کی عمارت بابری کی جگہ پر تعمیر ہونے والی تھی۔ اس شخص کا بیان ٹی وی پر بار بار دکھایا جانے لگا اور ریڈیو سے نشر ہونے لگا جس پر دہلی کے باہمت اور غیور مسلمانوں نے مٹیامحل میں اس کے گھر کو گھیر لیا، کسی طرح سے نرغہ سے بچ کر پٹنہ (بہار) پہنچا جہاں کے مسلم نوجوانوں نے بھی اس کو گھیرنے کی کوشش کی تو اپنے وطن رانچی بھاگا اور کئی مہینوں تک منہ چھپاتا پھرا۔ حیرت ہے کہ بابری مسجد کا ایسا سودا کرنے والا، بابری مسجد کا نام لے کر مسلمانوں کو گمراہ کررہا ہے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مضبوطی کے ساتھ بورڈ کا ساتھ دیں اور ساتھ رہیں۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ بورڈ کو ایسی قیادت ملی ہے جو مخلص، جری اور بے باک ہے اور جو کسی قیمت بھی شریعت سے کسی چھوٹے سے انحراف کے خلاف ڈٹ جاتی ہے اور وہ جو بھی کرے گی شریعت کے احکامات اور اجازت کے مطابق کرے گی۔‘‘

● بورڈ کی آئینی حقوق بچاؤ تحریک مسلسل ایک مضبوط وقف کے قانون کی تیاری کی کوششوں میں لگی رہی اور اس کمیٹی نے بار بار حکومت کے لوگوں سے نمائندگی کی جسکی رپورٹ خبرنامہ کے گذشتہ شماروں میں شائع ہوتی رہی ادھر مئی اور جون میں بھی وزیر داخلہ، وزیر تعلیم، وزیر اقلیتی امور اور دیگر سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، بورڈ کی ۲۲؍جون ۲۰۱۳ء کی مجلس عاملہ کے بعد بعض حضرات کی طرف سے غلط پروپیگنڈہ کیا جانے لگا تو بورڈ نے فوری ایک اخباری بیان جاری کیا جس کو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا، اس کے بعد عوام میں پھیلی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ۳۰؍جولائی ۲۰۱۳ء کو کل جماعتی سطح پر کمیٹی نے ایک ایمرجنسی میٹنگ نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں بلائی، اس میٹنگ میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ حسب ذیل ہے:

’’وقف ترمیمی بل اور انخلاء وقف کا قانون مانسون سیشن میں منظور کرایا جائے

وقف بل کے تمام پہلوؤں پر اتفاق رائے ــــــ مشاورتی اجلاس کا اعلامیہ

وقف کی جائیداد سے مقاصد وقف کو پورا کرنیکی شکل باقی نہ رہی ہو، تو اس جائیداد کے بدلہ دوسری جائیداد حاصل کرنا ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ساتھ حضرات صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد

رحمہا اللہ کی فقہ کے مطابق جائز ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

موجودہ دور میں جائیداد کے تبادلہ کی قانونی شکل یہی ہے کہ ایک جائیداد کو بیچکر اسی حیثیت اور اہمیت کی دوسری جائیداد خرید لی جائے۔ فقہاء کرام کے ''استبدال وقف'' کی محفوظ عملی شکل یہی ہوسکتی ہے، کہ وقف کی ایسی جائیداد کو بیچ دیا جائے جو مقاصد وقف کیلئے نفع بخش نہیں ہو، اور اسکے بدلہ دوسری جائیداد مقاصد وقف کی حفاظت کیلئے خرید لی جائے۔

فقہا کرام رحمہم اللہ کے انہیں فتاویٰ کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف ایکٹ میں موجود فروختگی کی عام اجازت کو غلط قرار دیا، اور حکومت ہند کے سامنے تجویز رکھی کہ وقف کی جائیداد کا اسی وقت استبدال ہوسکتا ہے، جب مقاصد وقف کیلئے وہ غیر مفید ہو جائے اور کسی بھی صورتحال میں مسجد، مقبرہ، درگاہ امام باڑہ کا استبدال نہیں ہوسکتا،

استبدال کیلئے یہ بھی شرط رکھی گئی، کہ صوبائی وقف بورڈ کے مجموعی ممبران کی کم ازکم دوتہائی اکثریت اس استبدال سے متفق ہو اور پھر یہ تجویز وقف ٹریبونل میں جائے، اگر ٹریبونل اس تجویز کو درست سمجھے، تو جائیداد کو فروخت کر کے دوسری جائیداد خریدی جائے جسکے ذریعہ مقاصد وقف کو پورا کیا جاسکے، یہ بھی شرط لگائی گئی کہ عمومی نیلامی کے اعلان اور اشتہار کے بعد یہ استبدال ہو، اور اگر متولی اس پورے معاملہ میں کہیں غلطی محسوس کرتا ہے تو وہ وقف ٹریبونل کے ذریعہ اس کارروائی کو روک سکتا ہے، ساتھ ہی یہ شرط بھی لگائی گئی کہ نیلامی کے ذریعہ قیمت طے ہونے کے بعد ساری تفصیلات وقف بورڈ کے ارکان کے سامنے لائی جائے وہ متفق ہوں، تو یہ استبدال ہوسکتا ہے، ورنہ یہ ساری کارروائی کالعدم ہوگی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے فقہاء کرام کی تصریحات اور اجازت کی وجہ سے استبدال وقف کا موقف اختیار کیا، اور ممکن حدتک احتیاط اور شفافیت کی راہ اپنائی، اسلئے ہملوگوں کی نظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف شرعاً درست ہے۔

یہ بھی واضح ہے کہ استبدال (ایک جائیداد کے بدلہ دوسری جائیداد حاصل کرنا) فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔ جائز ہے۔ اور وقف کی مصلحت اور فائدہ پہونچانے کی صلاحیت کو باقی رکھنے کیلئے یہ فتویٰ ائمہ کرام نے دیا ہے، جس پر احتیاط اور تحفظات کے ساتھ آج بھی عمل کیا جاسکتا ہے، بورڈ نے اسی نقطہ نظر سے حکومت ہند کے سامنے یہ تجویز رکھی،

بعض حضرات کو اس ''اجازت'' اور جواز کے حکم کو موجودہ دور میں نافذ کرنے پر اعتراض ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وقف کے قانون میں یہ اجازت باقی رہی تو وقف کی جائیداد کو نقصان پہونچے گا۔

ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے جو اجازت دی ہے وہ درست ہے، لیکن باہمی اتحاد کو برقرار رکھنے اور وقف کے قانون کو باتفاق منظور کرانے کی کوشش کی خاطر فقہاء کی دی ہوئی اس اجازت کا تذکرہ نئ قانون سازی میں نہ کیا جائے۔

ہم یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وقف جائیداد کے رہن رکھنے کی جو شق اس بل میں رکھی گئی ہے، اسے کسی ملی جماعت نے پیش نہیں کیا تھا۔ یہ شق وقف کی ترقی کے نام پر ضرور ہے، مگر آنیوالے برسوں میں قانون کی اس شق سے نقصان پہونچے گا، اور فوری طور پر وقف کی جائیداد کی ترقی میں سود کا اشتراک ہوجائیگا، جو متفقہ طور پر حرام ہے، اسلئے ہم سبھوں کا مشورہ ہے کہ رہن (مورگیج) کی شق ختم کیجائے اور وقف کی ترقی کیلئے مشارکہ کی شق رکھی جائے۔ جو شرعاً بالکل اور عملاً آسان ہے!

اس زیر بحث مسودہ قانون میں سنٹرل وقف کانسل اور صوبائی وقف بورڈوں میں علماء کرام کو نمائندگی نہیں دی گئی ہے، اور ان لوگوں کو نمائندگی جو مسائل وقف سے واقف نہیں ہیں، اور جنہیں وقف کے کاموں کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا، ہم لوگ ضروری سمجھتے ہیں کہ مذکورہ دونوں قسم کے اداروں میں ملت اسلامیہ کی معروف اور کارگذار جماعتوں میں سے کم ازکم دو جماعتوں کے عہدہ داروں کو ممبر بنایا جائے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے بعض اور بھی ترمیمات پیش کی ہیں، جنکی ہم سب تائید کرتے ہیں، ان ترمیمات کا وقف کے قانون میں ہونا ضروری ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کی سب سے اہم تجویز وقف کی جائیداد کو غلط یا ناجائز قبضہ سے خالی کرانے کا ہے، جسکی شروع سے بورڈ نے وکالت کی ہے، تمام ملی جماعتیں اس تجویز سے متفق ہیں، اور بورڈ کی نمائندگی کے موقعہ پر حکومت ہند نے بھی اس سے اتفاق ظاہر کیا تھا، اور یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ پارلیمنٹ کے اگلے سیشن میں (جو ۵/اگست ۲۰۱۳ء سے شروع ہورہا ہے) وقف ترمیمی بل اور وقف پروٹیکشن بل ایک ساتھ پارلیمنٹ میں پیش ہوگا، اور دونوں منظور کرایا جائیگا، مگر تازہ معلومات کے مطابق وقف پروٹکشن بل کے مسودہ کو قطعیت نہیں

دی گئی ہے۔اور بعض مسلم حضرات کے اختلاف کا فائدہ اٹھا کر مرکزی حکومت کے کچھ ذمہ دار زیر غور وقف ترمیمی بل کی منظوری کو بھی ٹالنا چاہتے ہیں، ہم سب سمجھتے ہیں، کہ دونوں بل کا پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے ۵/اگست سے منعقد ہونیوالے اجلاس میں منظور کیا جانا بیحد ضروری ہے۔'' ☆☆☆

● اس میٹنگ کے بعد حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

''نئی دہلی: ۳۱/جولائی ۲۰۱۳ء: ملت کے اثاثہ کو بچانے اور اسے مذہبی و رفاہی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی غرض سے مجوزہ وقف بل کا مضبوط اور احکام شریعت کا آئینہ دار ہونا ضروری ہے اور یہ پوری ملت اسلامیہ ہند کی آواز ہے، اس بل کو اگست ۲۰۱۳ء میں شروع ہونے والے پارلیمنٹ کے مانسون سیشن میں یقینی طور پر حکومت کو پاس کرانا چاہئے، مولانا سید محمد ولی رحمانی (کنوینر آئینی حقوق بچاؤ تحریک وسکریٹری بورڈ) کی دعوت پر نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین، نئی دہلی میں منعقد ہونے والی ایک خصوصی نشست میں ان خیالات کا اظہار کیا اور تمام شرکاء نے اتفاق کیا، میٹنگ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی سب سے اہم تجویز وقف کی جائیداد کو ناجائز قبضہ سے خالی کرانے کی ہے، بورڈ نے شروع سے اس کا مطالبہ کیا ہے اور حکومت ہند نے یقین دہانی کرا رکھی ہے کہ وقف ترمیمی بل اور وقف پروٹیکشن بل ایک ساتھ پارلیمنٹ میں پیش ہوگا، اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس وعدہ کو پورا کرے، میٹنگ میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ بل میں وقف کی جائیداد کو رہن (مورگیج) رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جس میں ایک طرف سود کی شمولیت ہوجائے گی جو شرعاً حرام ہے، دوسری طرف مستقبل میں وقف جائیدادوں کا تحفظ بھی خطرہ میں پڑ جائے گا، اور پھر وقف کی جائیداد مورگیج ایکٹ کے تحت آسکتا ہے، اسلئے مورگیج اور ایکسچینج کو حذف کرنا ضروری ہے۔ بورڈ کی جانب سے جو ترمیمات پیش کی گئی ہیں ان میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سنٹرل وقف کونسل اور ریاستی وقف بورڈوں میں کم سے کم دو علماء اور ملت اسلامیہ کی معروف اور کارگزار جماعتوں میں سے کم سے کم دو جماعتوں کے عہدہ داروں کو ممبر بنایا جائے، مقاصد وقف کی حفاظت کے لئے استبدال وقف یعنی موقوفہ جائیداد کے تبادلہ کے مسئلہ پر بھی غور کیا گیا اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ اگر وقف کی جائیداد سے مقاصد وقف کو پورا کرنے کی شکل باقی نہیں رہے تو اس جائیداد کے بدلہ دوسری جائیداد حاصل کرنا امام ابوحنیفہ، امام امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ، نیز علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک جائز ہے اور شرعی نقطہ نظر سے استبدال وقف درست ہے، اسی لئے مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف ایکٹ میں پہلے سے موجود فروختگی کی عام اجازت کو غلط قرار دیا تھا اور حکومت ہند کے سامنے تجویز رکھی تھی کہ وقف کی جائیداد کا اسی وقت تبادلہ ہوسکتا ہے جب مقاصد وقف کے لئے وہ مقصد باقی نہ رہے اور اس جائیداد کو فروخت کرکے اسی مقصد کے لئے دوسرا متبادل وقف قائم کرے، نیز کسی بھی صورت میں مسجد، مقبرہ، درگاہ اور امام باڑہ کا استبدال نہیں ہوسکتا ہے، لیکن بعض حضرات کا خیال تھا کہ اگرچہ شرعاً اس کی گنجائش ہے، لیکن موجودہ حالات میں اس کی اجازت دینے کی صورت میں وقف کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے، اس لئے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا گیا اور یہ فیصلہ متفقہ طور پر کیا گیا کہ استبدال شرعاً درست ہے، زیر بحث قانون میں اس حصہ کا اضافہ نہیں کیا جائے۔

وقف بورڈوں کی موجودہ تشکیل ہیئت اور وقف جائیدادوں کے سلسلہ میں ان کے طریقہ کار کو سامنے رکھتے ہوئے بہ اتفاق رائے یہ بات طے پائی کہ استبدال شرعاً درست ہے، زیر بحث قانون میں اس حصہ کا ذکر نہیں کیا جائے۔

مفتی مکرم احمد صاحب شاہی امام مسجد فتح پوری نے اجلاس کی صدارت فرمائی، بورڈ کے ذمہ داران میں سے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے علاوہ اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، خازن بورڈ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب، معزز ارکان مولانا احمد علی قاسمی صاحب، جناب محمد ادیب صاحب، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی صاحب، پروفیسر شکیل صمدانی صاحب، جناب شکیل احمد سید صاحب، جناب نصرت علی صاحب (قیم جماعت اسلامی ہند) مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، مفتی اعجاز ارشد قاسمی صاحب نیز ملی قائدین جناب محمد شاہد حسین خان صاحب، جناب ظفرالاسلام خان صاحب، مولانا انصار رضا خاں نوری صاحب، جناب محمد احمد صاحب، احمد شہزاد ایڈوکیٹ صاحب وغیرہ نے شرکت کی اور تمام تجاویز بہ اتفاق رائے منظور کی گئیں۔''

● اصلاح معاشرہ

● گیا، بہار

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کے تحت شہر گیا بہار میں ہفتہ خواتین کا پروگرام ۱۲/تا ۱۹/اپریل ۲۰۱۳ء جامعۃ البنات رشیدیہ کی

زیر نگرانی منعقد کیا گیا۔ جامعۃ البنات رشیدیہ کے ناظم مولانا عبدالواحد ندوی صاحب اور نائب ناظم مولانا شہزاد اکرام ندوی صاحب کی جدوجہد کی وجہ سے ہفتہ خواتین پروگرام بہت کامیاب رہا، اسی ہفتہ خواتین پروگرام کی مختصر رپورٹ ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

۱۲/ تا ۱۹/ اپریل جاری رہنے والا'' ہفتہ خواتین اسلام'' کا یہ پروگرام پورے شہر کو سامنے رکھ کر نہایت ہی منظّم انداز میں مرتب کیا گیا تھا اور پورے شہر میں کل ۱۲/ مقامات پر پروگرام ہوئے، یہ پروگرام اسکول، کالجز کے کانفرنس ہال، شادی ہال، شہر کے کمیونیٹی ہال اور پنڈال میں پورے پردہ کے اہتمام کے ساتھ رکھے گئے تھے۔ آخری دو دنوں میں دو بڑی کانفرنس شہر گیا اور امراہا، چاکند میں منعقد ہوئی جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے مؤقر صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور کانفرنس کی وقعت وعظمت کو دوبالا کیا۔

۱۸/ اپریل ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب ہادی ہاشمی ہائی اسکول کے وسیع احاطہ میں خواتین اسلام کانفرنس کا پہلا اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی کارروائی بعد نماز مغرب تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ قاری مجیب الرحمٰن قاسمی نے عشق ومحبت سے لبریز حضرت جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی لکھی ہوئی نعت پاک پیش کی۔ افتتاحی تقریر مولانا محمود حسن حسنی ندوی صاحب نائب مدیر تعمیر حیات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے کی۔ انہوں نے اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر منتظمین کو مبارک باد دی اور کہا کہ جو بیداری کی لہر'' ہفتہ خواتین اسلام'' پروگرام کے ذریعہ پیدا کی گئی ہے وہ اپنی نوعیت کی مثالی محنت ہے، اس کا اثر یقیناً انقلاب انگیز ثابت ہوگا۔ ملک کے نامور عالم دین، امارت شرعیہ کے ناظم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اس کانفرنس کا نام خواتین اسلام کانفرنس رکھا گیا ہے، یہ بلاشبہ قرآنی تعبیر ہے، اللہ نے بھی جو آیات قرآنی نازل فرمائی ہیں ان میں ایک سورۃ کا نام ہی سورہ نساء یعنی سورہ خواتین ہے اور ایک دوسری سورۃ تو براہ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے نام معنون ہے۔ اس کانفرنس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے بینر تلے جامعۃ البنات رشیدیہ نے خواتین میں دینی بیداری کا جو کام شہر گیا میں انجام دیا اور اس سے پہلے اسی ادارہ کے تحت بہار کی راجدھانی پٹنہ میں بھی پروگرام ہوا تھا، اس سے یہ جامعۃ البنات ایک درس گاہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ امید ہے کہ شہر شہر، قریہ قریہ یہ آواز تحریک کی شکل میں پہونچے گی۔

محترم ناظم صاحب نے مسلمان بچیوں میں دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آج ہمارے معاشرہ کی خرابیوں اور خواتین کے اندر دینی کمزوری کی بڑی وجہ جہالت اور گھریلو تربیت کا فقدان ہے۔ اگر ہماری بیٹیاں قرآنی تعلیمات، صحابیات کی پاکیزہ سیرت اور گھر کی دینی تربیت سے بہرہ ور ہو جائیں تو یقیناً معاشرہ کا رنگ بدل جائے گا، آپ نے فرمایا کہ اسلام نے عورتوں کو عزت بھی دی ہے اور زندگی بھی۔ اسلام سے قبل لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا اور اس کے وجود کو نحوست کا سایہ سمجھا جاتا تھا، یہ صرف اسلام کی دین ہے جس نے لڑکیوں کے وجود کو رحمت کے حصول کا ذریعہ اور اس کی پرورش پر جنت کی بشارت دی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ اور مشہور خطیب جناب مولانا خالد ندوی غازی پوری صاحب نے اپنے پرجوش خطاب میں اسلامی معاشرہ اور تاریخ کی مثالی ماؤں اور بہنوں کے کردار وعمل کی ایسی تصویر کشی کی کہ پورا مجمع اثر میں ڈوب گیا۔ آپ نے کہا کہ مغرب کی مداری عورتوں کو بازار کی زینت اور محفلوں کی رونق بنا کر انہیں آبرو باختہ بنانا چاہ رہے ہیں۔ اور اس وقت اس فتنہ کا طوفان ہمارے دروازوں کو بھی دستک دے رہا ہے، ضرورت ہے کہ ہماری مسلم خواتین اپنی عصمت کی قیمت اور عظمت کی بلندی کو پہچانیں اور پرسکون وباعزت معاشرہ کا جو نظام اسلام نے دیا ہے اس کو اپنا کر دنیا و آخرت کی فلاح کی حقدار بنیں۔

بورڈ کے جنرل سکریٹری و امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب مدظلہ نے اپنے مؤثر خطاب میں فرمایا کہ اسلام کی آمد سے قبل جو عورتیں پیروں تلے روندی جارہی تھیں، والد کی وفات کے بعد مال کے ترکہ کی تقسیم میں نظر انداز ہوتی تھیں، بیوی کو محض خواہش نفس کی تکمیل کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اور بیٹیوں کی ولادت پر خاندان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا، اسلام نے اپنی تعلیمات میں نہ صرف عورتوں کے ساتھ ہونے والے اس ذلت آمیز سلوک کو ختم کیا بلکہ انہیں زندگی کے ساتھ ایسی عظمت اور حقوق عطا کیے جس کی مثال کسی دوسرے مذہب کی تعلیمات میں کہیں نظر نہیں آتی۔ مسلم پرسنل لا بورڈ چاہتا ہے کہ مسلم خواتین اپنے مقام کو پہچانیں اور آزادیٔ نسواں اور مساوات مردوزن کا جو کھوکھلا نعرہ غیروں کی طرف سے بلند کیا جارہا ہے، اس کے نقصانات کو

سمجھیں۔عورت جب تک چراغ خانہ ہے اس کی عصمت بھی محفوظ اور عزت بھی مامون ہے اور اگر شمع محفل بن جائے تو پھر اس کی عفت وعصمت کی خیر نہیں۔آپ نے کہا کہ بیٹیوں کو تعلیم یافتہ بنانے سے خاندان کو تعلیم یافتہ بنانے کا اجر ملتا ہے۔ضرورت ہے کہ ملت کے مالدار افراد اپنی بچیوں کے لیے علاحدہ اسکول اور ادارے قائم کریں تا کہ مخلوط تعلیم کے فتنے سے ہماری بیٹیوں کی حفاظت ہوسکے۔یہ ایک ہفتہ کا پروگرام جو شہر گیا میں رکھا گیا اس میں کوشش کی گئی کہ کم خرچ اور زیادہ زحمت اٹھائے بغیر مفید پروگرام ہو سوالحمد للہ یہ کوشش کامیاب رہی۔ضرورت ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

کانفرنس کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جن کو اللہ نے بین الاقوامی سطح پر علمی، دینی و روحانی عظمت عطا کی ہے، آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اسلام کامل اطاعت اور مکمل فرماں برداری کا نام ہے۔مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت جب تک وہ سرتا پا اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگی میں نہ اپنائے وہ صحیح مسلمان نہیں ہو سکتا، آج مختلف انداز میں خواتین کو استعمال کر کے اسلامی قوانین اور اسلامی نظام زندگی کو کمزور اور داغدار ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ایسے حالات میں مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کو ایمانی غیرت اور دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر قدم پر دین اسلام سے اپنی محبت کا ثبوت دینا چاہئے۔

اس کانفرنس میں مولانا عبدالواحد ندوی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر صغریٰ کالج بہار شریف نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور نظامت کی ذمہ داری نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب عالم ندوی صاحب نے انجام دی۔حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔اس سے پہلے دن میں ۲ بجے ایک پریس کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں اسلامی تعلیمات بالخصوص خواتین کے تعلق سے جو غلط فہمیاں عام کی جارہی ہیں ان سے متعلق صدر و جنرل سکریٹری بورڈ نے اظہار خیال فرمایا اور اس طرح کے پروگرام کی افادیت پر روشنی ڈالی۔

۱۹/اپریل کی دوسری بڑی کانفرنس مشہور درس گاہ جامعۃ البنات رشیدیہ امراہا، چاکند، ضلع گیا (جو حضرت امیر شریعت مدظلہ کا قائم کردہ لڑکیوں کے لئے دینی و اقامتی درسگاہ ہے) میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے صدر بورڈ نے اس ملک میں مسلمان بن کر جینے کے لیے دینی تعلیمات پر عمل کو ضروری قرار دیا اور کہا کہ شریعت اسلامی کو دو طرح کے خطرات لاحق ہیں، ایک خارجی جن کا تعلق حکومت یا اسلام دشمن طاقتوں سے۔اور دوسرا داخلی۔یہ خطرہ وہ ہے جو مسلمان خود اسلام سے عملی دوری اختیار کر کے پیدا کررہے ہیں۔اور ان کا یہ عمل اسلام کے لیے بھی بدنامی کا سبب بن رہا ہے، بیرونی خطرہ کے مقابلہ میں یہ اندرونی خطرہ زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔اس لیے مسلمان مرد عورتوں میں اس طرح کی کانفرنس کے ذریعہ دینی بیداری لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب نے جہالت اور میڈیا کے غلط پروپیگنڈے کو معاشرتی خرابیوں کا سبب قرار دیتے ہوئے تعلیم کو عام کرنے اور پروپیگنڈوں کے اثرات سے دور رہنے کی دعوت دی۔

نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب عالم ندوی صاحب اور المعہد العالی کے سکریٹری مولانا عبدالباسط ندوی صاحب نے تربیت کو تعلیم کا لازمی عنصر قرار دیتے ہوئے والدین کو اس طرف توجہ دینے کی دعوت دی۔نائب قاضی امارت شرعیہ مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے جامعۃ البنات کی تعلیمی وتعمیری ترقی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی خدمات کو سراہا اور اس کے پرکشش نظام تعلیم پر حوصلہ افزائی کی۔

مولانا عبدالواحد ندوی صاحب نے اجلاس کی اہمیت اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور مولانا شہزاد اکرام ندوی صاحب نے شکریہ کے کلمات ادا کیے۔یہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں خواتین نے حصہ لیا۔اخیر میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔اس جملہ پروگراموں کو کامیاب بنانے میں شہر گیا کے علماء، ائمہ، دانشوران، سماجی کارکنان، مدارس و کالجز کے ذمہ داران نے غیر معمولی تعاون دیا۔اس پروگرام کے طریقہ کار اور افادیت کو دیکھ کر مختلف شہروں سے اس طرح کے پروگرام منعقد کرانے کے تقاضے آرہے ہیں، جس پر بورڈ کے ذمہ داران حضرات کو غور کرنا چاہئے۔

● دہلی

بورڈ کی اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا ایک اہم اجلاس ۱۴/اپریل ۲۰۱۳ء کو نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہوا جس کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے:

''ملک کی راجدھانی دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے تحت تاریخ ساز عظیم الشان اجلاس ڈاکٹر اسماء زہرہ

صاحبہ کی صدرات میں سہ پہر ۳/بجے تا شام چھ بجے خواتین اور سماجی ذمہ داریاں کے عنوان پر منعقد ہوا، تلاوت کلام پاک کے بعد بورڈ کی خاتون رکن محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں بورڈ کے اغراض ومقاصد کی روشنی میں بورڈ کا تعارف اور خدمات کے دائرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس پروگرام کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قانون شریعت کسی انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے یہ اللہ کا قانون ہے اور اسکی تشریح وتفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فرمائی جس کو ہم حدیث کہتے ہیں اصل قانون تو صرف اللہ کا ہے اس کے قانون میں اللہ نے ذرہ برابر کی تبدیلی کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں عورت کا مقام کے عنوان پر خاتون رکن بورڈ محترمہ میمونہ ثروت صاحبہ نے خطاب کیا اور انہوں نے اپنے خطاب میں خواتین کی اہمیت پر شریعت اسلامی کی روشنی میں تفصیل سے مخاطب کیا۔ اس کے بعد محترمہ غزالہ ہاشمی صاحبہ نے اولاد کی تربیت کے عنوان پر اجلاس کو خطاب کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے مسلم خواتین اور دور جدید کے چیلنجیز کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس دور میں کیا کرنا چاہئے اس کے لئے ہم کو دور بینی گود یکھنا ہوگا اور اسکو بغور سمجھ کر آگے کام کرنے کا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ انہوں نے خواتین کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ بلاشبہ جہیز معاشرہ کے لئے ایک ناسور ہے یہ ہمیں دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے کھوکھلا کرتا ہے، ضرورت ہے کہ ہم سب جہیز کے خلاف مہم چلائیں اور آج یہ عہد کریں کہ ہم جہیز کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ اس کے بعد خاتون رکن بورڈ ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ نے اپنے خطاب میں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ سب سے کامیاب شخص وہ ہے جو دیندار ہے۔ کامیابی کی سب سے بڑی بنیاد دینداری ہے، پہلی خوبی ایمان اور دوسری خوبی عمل صالح ہے۔ اس کے بعد خاتون رکن بورڈ محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ نے کہا کہ ضرورت ہے کہ ہم دین کی داعیہ بنیں، اللہ نے عورت کو شرم وحیا کا زیور دیا ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کے اس خاص انعام کا احترام کریں۔ محترمہ تبسم صدیقی صاحبہ نے انٹرنیٹ کی خوبیاں اور خرابیاں کے موضوع پر اجلاس کو خطاب کیا اور اس کے مفاسد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

کلیدی خطاب کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب نے اس اجلاس کو ایک تاریخ ساز اجلاس قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ عورتیں اصلاح معاشرہ کے میدان میں آگے آئیں تو اس سے معاشرہ کی اصلاح میں بڑی آسانی ہوگی اور انہوں نے مزید فرمایا کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے ہم سب اجتماعی جدوجہد کریں۔ آپ نے خواتین کے حقوق پر بھی تفصیل سے بیان فرمایا۔

اخیر میں مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب اپنے صدارتی خطاب میں خواتین کے اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وقت کی ایک بڑی اہم ضرورت ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شریعت ہماری حفاظت کرے گی جب ہم شریعت پر عمل کریں گے اسی قدر جس قدر ہم عمل کریں گے، اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو تو انسان انسان نہیں ہے، اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے اور ہم جب تک اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھیں گے اس وقت تک ہمارے لئے دین کو اپنانا آسان نہ ہوگا۔

یہ اجلاس شام کے چھ بجے آپ کی دعا پر ختم ہوا۔''

● **بھوپال، مدھیہ پردیش**

آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی برائے خواتین کا ایک اہم پروگرام بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن جناب عارف مسعود صاحب کی سرپرستی اور محترمہ شادمہ اطہر صاحبہ کی کنوینر شپ اور رکن عاملہ بورڈ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ کی صدارت میں اندرا پریہ درشنی کالج کھانو گاؤں بھوپال (مدھیہ پردیش) میں ۱۵/اپریل ۲۰۱۳ء کو ایک روزہ اصلاح معاشرہ کنونشن منعقد ہوا جسمیں شہر بھوپال کی خواتین کثیر تعداد میں شریک ہوئیں۔ پروگرام کی کنوینر محترمہ شادمہ اطہر صاحبہ نے سبھی مہمانوں کا تعارف کرایا اور نظامت کے فرائض انجام دئے، کنونشن کو خطاب کرتے ہوئے محترمہ تبسم صدیقی صاحبہ دہلی نے کہا کہ ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائل خواتین وبچوں کو برائیوں کی طرف لے جارہا ہے۔ سبھی ماں بہنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں پر نظر رکھیں اور انہیں دینی تعلیم سے آراستہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ خواتین اپنے مسائل سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس کنونشن میں آئیں اتنی بڑی تعداد میں خواتین اس بات کی گواہ ہیں۔ کنونشن میں بڑی تعداد میں موجود خواتین کو خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اس وقت پوری سوسائٹی کی اصلاح اور تعمیر نو کی ضرورت ہے۔ جب تک لوگ اسلامی مذہبی، اخلاقی تعلیمات سے واقف نہیں ہونگے اس وقت تک معاشرہ میں تبدیلی لانا بہت مشکل ہے۔ صرف پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں قوانین بنا لینے سے ملک اور قوم میں کوئی سدھار نہیں آسکتا، سدھار کا اصل کام فرداً فرداً، بستی بستی، محلہ محلہ ہونا

چاہئے۔انہوں نے کہا کہ جب تک معاشرہ کی اصلاح اور تطہیر کے لئے ہرگروپ اور جماعت کوشش اور جدوجہد نہیں کرے گی اس وقت تک معاشرہ میں برائیاں، جرائم اور بداخلاقیوں کا اضافہ ہوتا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ خاندان میں آپسی تنازعات، نان ونفقہ اور طلاق وخلع کے مسائل وراثت کے مسائل، ماں باپ کی ذمہ داریوں میں اولاد کے حقوق وذمہ داریاں، جرائم، جہالت کا خاتمہ تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی برائے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اصل مقصد ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ سارے ملک میں اصلاح معاشرہ کے چھوٹے بڑے پروگرام منعقد کئے جائیں اور مسلم معاشرہ کی خواتین اور نوجوان نسل کو بیدار کیا جائے تاکہ تبدیلی پیدا ہوسکے۔آخر میں اس موقع پر کنونشن کے سرپرست اور بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن جناب عارف مسعود صاحب نے پردہ کے پیچھے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ایک تنظیم کے تحت کام نہیں کررہا ہے بلکہ ہندوستان میں شریعت پر جب جب کوئی آنچ آئی ہے تو بورڈ نے ہمیشہ آگے آکر اس کی پاسداری کا فریضہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کا کنونشن بھی ماں بہنوں کو حالات حاضرہ میں اٹھنے والے فتنوں اور مسائل کے تئیں بیدار کرنے کی سمت پہلی کوشش ہے اور انشاء اللہ یہ آگے بھی جاری رہے گی۔انہوں نے سبھی مہمانوں اور خواتین کا شکریہ ادا کیا۔

● اس پروگرام کے متصلا بعد ایک پریس کانفرنس کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں بورڈ کی مجلس عاملہ کی رکن محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارا ملک کئی مسائل کے ساتھ دو اہم بنیادی مسائل خواتین اور ان کے حقوق کا تحفظ اور ان کے خلاف ہونے والے اخلاقی اور جنسی جرائم سے دوچار ہے۔ان جرائم میں روز بروز اضافہ کے پیش نظر خواتین کو خود آگے آکر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ موجودہ حالات میں ہندوستانی تہذیب پر مغربی تہذیب کی یلغار اور بے حیائی، بداخلاقی اور جنسی انارکی کا جو طوفان برپا ہے اس سے مسلم معاشرہ بھی متاثر ہوا ہے۔خواتین کے حقوق اور تحفظ اور گھریلو ذمہ داریوں کا توازن بگڑ چکا ہے۔کہیں تو عورت کی عزت وناموس اور جائز حقوق خطرے میں ہیں، کہیں نوجوان عورتیں اپنی خاندانی، عائلی، سماجی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کررہی ہیں۔سوسائٹی میں ایک عورت پر بحیثیت بیٹی، ماں، بہن اور بہو کے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ اٹھانے کے لئے تیار نہیں، آزادیٔ نسواں کے نام پر ایک غیر ذمہ دارانہ عشرت پسند اور منمانی حیثیت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا رجحان بڑھا ہے جس کی وجہ سے ماحول خراب ہورہا ہے، رشتے ٹوٹ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے دیگر نئے نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ان مسائل سے نجات عورتوں کو بااختیار اور باشعور بناکر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا، موبائل وانٹرنیٹ کے استعمال کی مسلم حلقوں میں مخالفت کے سلسلہ میں انہوں نے کہا کہ ٹیکنالوجی کو فائدہ کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ خواتین یعنی ماؤں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنی فیملی کی نگراں ہیں، اولاد کے لئے کونسی چیز اچھی ہے اور کیا دیکھنا چاہئے اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔فیس بک یا انٹرنیٹ پر طلاق کے تعلق سے اختلاف رائے کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق مرد کو اور خلع کا عورت کو عطا کیا ہے لیکن اس کے اصول وآداب بھی طے کئے گئے ہیں۔تین طہور میں طلاق دینے کا حق مرد کو ہے لیکن طلاق مغلظہ کا غلط طریقہ کسی کو تکلیف یا پریشانی میں ڈالنے کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ آج جبکہ رشتے ملنا مشکل ہورہے ہیں، خاندان کے سبھی افراد کو کسی کے رشتہ کو محفوظ بنائے رکھنے اور اس سمت میں عورتوں کو خاص طور سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔۶۵/سال یا اس سے اوپر کے مردوں کے ذریعہ دوسری شادی کرنے کے رجحان کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اسلام میں شادی کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔لیکن بغیر نکاح کسی عورت سے تعلق رکھنے پر روک لگائی گئی ہے اور یہ گناہ سے بچانے کے لئے ہے۔ملت اسلامیہ میں تعلیم کی صورت حال کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ملت اسلامیہ تعلیم کے شعبہ میں کافی پست ہے۔ حالانکہ مدرسہ تعلیم کے ساتھ ہی اب ماڈرن ایجوکیشن کے تئیں سوسائٹی میں بیداری آئی ہے اور مدرسہ تعلیم کو بھی جدید علوم سے آراستہ کیا جارہا ہے لیکن اسے وسعت دینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے واضح کیا کہ اسلام میں دین ودنیا کی واقفیت میں کوئی تقسیم نہیں کی گئی ہے۔تعلیمی اداروں میں بعض اوقات ڈریس کوڈ کولیکر پیدا ہونے والے تنازعات کے سلسلہ میں انہوں نے کہا کہ اس بارے میں والدین کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔اگر کوئی تنازعہ ہوتا ہے تو تناؤ پیدا کرنے کے بجائے آپسی سمجھ اور بات چیت سے معاملہ کو حل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ٹکراؤ سے فساد پیدا ہوتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ڈریس کوڈ یا دیگر مذہبی اور تعلیمی امور کولیکر ماڈریٹ، ہارڈلائز کولیکر مسلمانوں کو دورخی امیج کے سلسلہ میں انہوں نے کہا کہ کسی بھی مسئلے یا اختلاف میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صورت حال کا بروقت جواب دیں اور اپنی امیج کو بہتر بنائیں۔حالانکہ انہوں

نے یہ بھی کہا کہ مسلمانوں کی امیج ہارڈ لائز اور سافٹ لائز بنانے میں میڈیا کا اہم رول رہا ہے۔ مثال کے طور پر کسی فتویٰ کو میڈیا ایک تانا شاہی فرمان کے روپ میں پیش کرتا ہے اور اس پر بحث کا سلسلہ دراز ہو کر کسی نہ کسی طور مسلمانوں کی ہی امیج متاثر ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج میڈیا اور سوشل میڈیا میں مذہب یا دین نہیں بلکہ اخلاق پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اس کے تدارک کی کوشش کی جانی چاہئے۔

● حیدرآباد

ملک کے کئی صوبوں میں اس دوران اصلاح معاشرہ برائے خواتین کے کئی پروگرام منعقد ہوئے جن کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے:

تنظیم بنت حرم حیدرآباد کی صدر و ارکان بورڈ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ اور نائب صدر سیدہ عقیلہ غوث خاموشی صاحبہ کی سرکردگی میں ۲۸؍اپریل ۲۰۱۳ء بروز اتوار اویس فنکشن ہال مغل پورہ حیدرآباد میں منعقد کیا گیا، اس جلسہ کا آغاز محترمہ نعیم النساء فاروقی صاحبہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، تلاوت کلام پاک کے بعد محترمہ رحمت النساء فاروقی صاحبہ سورۃ البروج کی تفسیر بیان کی، افتتاحی کلمات کے طور پر محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی صاحبہ نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے بورڈ کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اس کے بعد تنظیم بنت حرم کی صدر اور رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ نے سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلم معاشرہ تنزل کی اس انتہائی پستی کی طرف پہنچ چکا ہے جہاں صحیح غلط فائدہ اور نقصان اتنے گڈمڈ ہو چکے ہیں کہ ہم اپنے غیر شرعی عمل پر ندامت محسوس نہیں کرتے، اسلام کے زریں اصولوں کو چھوڑ کر غیر اسلامی طرز زندگی کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اپنے معاشرہ میں تبدیلی لانے کے لئے حق بات کہنے سے بھی ڈرتے ہیں اور شرماتے ہیں، اس کے خلاف ہمیں سخت جدوجہد کرنی ہوگی تاکہ مسلم معاشرہ اسلامی معاشرہ کا نمونہ بن سکے۔ آپ کے بعد محترمہ عزیزہ صاحبہ معتمد تنظیم بنت حرم نے وقت کی قدر اور معاشرے کے موقف کو مربوط کرتے ہوئے کہا کہ آج معاشرہ میں وقت کی بربادی کا دردناک المیہ نظر آرہا ہے جب کہ مسلمانوں کو وقت کا زیادہ قدردان ہونا چاہئے کیوں کہ ہماری عبادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب ہی وقت کے حدود سے مربوط ہوتے ہیں۔

انہوں نے مادری زبان سیکھنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ طلبہ تعطیلات سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہوئے اردو اور دینی تعلیم حاصل کریں۔ محترمہ مسرت صاحبہ (بیگم عثمان شہید ایڈوکیٹ) نے افسوس ظاہر کیا کہ آج کل زیادہ تر مسلم خاندان اپنے اختلافات اور مسائل کو حل کرنے کے لیے مسلم پرسنل لا بورڈ اور شریعت کی رہنمائی اور مدد حاصل کرنے کے بجائے پولیس اور عدالتوں سے رجوع ہوتے ہیں جس سے انہیں مزید پیچیدگیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلامی قوانین کا انکار کیا ہے۔ محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ (درگاہ حضرت یحییٰ پاشاہ) مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھیں اور انہوں نے تنظیم بنت حرم کی دینی تعلیمات کو عام کرنے اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے تحت کی جانے والی کاوشوں کو سراہا اور اپنی نیک خواہشوں کا اظہار کیا۔ محترمہ خورشید بیگم صاحبہ نے جدیدیت اور ترقی کے نام پر اسلامی تعلیمات اور شریعت سے انحراف کو سماجی پسماندگی اور اخلاقی اقدار میں گراوٹ کا سبب قرار دیا اور کہا کہ دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی اصلاح معاشرے کے تصور کو حقیقی روپ دیا جاسکتا ہے۔ محترمہ رحمت النساء فاروقی صاحبہ صدر معلّمہ بنات الحرم نے مسلم خواتین میں بے پردگی کے عام ہونے کو کئی سماجی برائیوں کا سبب بتاتے ہوئے کہا کہ علم ہی جہالت کا تدارک کرسکتا ہے اور صحیح اور غلط میں امتیاز ممکن ہوجاتا ہے۔ محترمہ یاسمین سلطانہ صاحبہ اور سیدہ زینت سلطانہ صاحبہ نے نعت شریف پیش کی اور محترمہ غوثیہ بیگم صاحبہ نے منقبت پیش کی۔

● گونڈہ، اترپردیش

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا ایک جلسہ ۲۴؍مئی ۲۰۱۳ء کو مسلم مسافر خانہ گونڈہ میں ڈھائی بجے دن ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مقامی خاتون محترمہ فرزانہ شمسی صاحبہ نے خواتین کے حقوق اور فرائض پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جب ان دونوں میں سے کسی ایک میں کوتاہی ہوتی ہے تو معاشرہ میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

محترمہ نکہت خان صاحبہ جو لکھنؤ سے تشریف لائی تھیں انہوں نے سورۃ النور کے حوالے سے بتایا کہ پردہ خاص اوقات کے علاوہ ضروری ہے حتی کہ بھائی، باپ، دیور اور رشتہ داروں کے سامنے بھی بے حجابی ممنوع ہے، انہوں نے کہا کہ پردہ عورت کی عفت کا ضامن ہے اسی لئے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلیں اور نہ اپنا سنگھار دور جاہلیت کی طرح دکھاتی پھریں۔

ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ نے اپنے صدارتی خطاب میں عورتوں سے غیر شرعی اسلام سے اجتناب کرنے کو کہا جس کی ابتدا اکثر عورتوں سے شروع ہوتی ہے، انہوں نے کہا کہ مسلم معاشرہ میں جو تقاریب ہوتی ہیں وہ غیر مسلموں سے مشابہ ہوتی ہیں، جس میں کھلم کھلا ہماری خواتین و بچیاں اپنی زیبائش حسن کی دعوت دیتی ہیں، ویڈیو فوٹو گرافی اور مخلوط محفلیں مسلم معاشرہ میں عام بات ہے، بے جا اسراف اور غیر ضروری باتوں پر نہ صرف یہ کہ وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ پانی کی طرح پیسہ بھی بہایا جاتا ہے، اس طرح نہ صرف بے پردگی بلکہ کسی حد تک عریانیت کا بھی اظہار ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ صرف اللہ اور اسکے رسول کے احکام پر چل کر ہی عورت اپنے صحیح مقام پر پہونچ سکتی ہے۔

گونڈہ میں اس نوعیت کا یہ پہلا جلسہ تھا جس میں تین سو خواتین نے شرکت کی اور اس کو پسند کیا گیا اور آئندہ ایسے اجلاس کو منعقد کرنے کی درخواست کی۔ یہ جلسہ جناب ثناء الرحمٰن خان صاحب اور جناب آفتاب شمسی صاحب کی کاوشوں سے انجام پایا۔

● **بارہ بنکی، اتر پردیش**

اسی طرز پر ایک اور جلسہ فتح پور ضلع بارہ بنکی میں ۲۴ رمئی کو بعد نماز مغرب زینت ویلفیئر سوسائٹی کی جانب سے جامعہ عائشہ للبنات میں اصلاح معاشرہ کے عنوان سے منعقد ہوا۔ جس میں ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ نے کہا کہ صراط مستقیم پر چلنے کیلئے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا ضروری ہے، کسی کی برائی کرنا، ہنسی اڑانا، غیبت کرنا، کسی کو برے القاب سے یاد کرنا اور بدگمانی کرنا مومن کی شان نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو سخت ناپسند فرمایا ہے، حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے صفیہ نسیم صاحبہ نے کہا کہ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں، یہاں پر موجود تمام بچیاں کل کو مائیں بنیں گی لہذا وہ ایسی مائیں بنیں جن کے قدموں کے نیچے جنت ہو۔ عورت کا تحفظ اور اسکی عصمت کی گارنٹی صرف اسلام نے دی ہے۔ لہذا ہم اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلیں اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کریں۔

محترمہ سارہ درانی نے اپنی مختصر اور جامع تقریر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کو تکلیف دیتے ہوئے اچھا نہیں لگتا لہذا ہم اپنی زندگی کو قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر درست کریں۔ قرآن پاک ایک مومن کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کیلئے عملی نمونہ ہے۔

خواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی اور آئندہ بھی ایسے جلسے منعقد کرنے کا وعدہ کیا۔

● **تری پورہ**

رکن بورڈ مولانا سید احمد صاحب کی سرگردی اور امیر شریعت آسام کی سرپرستی وصدارت میں ۸ رجون ۲۰۱۳ء کو ٹیلا بازار کیلا شہر شمالی تری پورہ میں اصلاح معاشرہ کا عظیم الشان پروگرام منعقد ہوا جسمیں مختلف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں، علماء اور ملی تنظیموں کے قائدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

● **کلکتہ**

بورڈ کی خاتون رکن محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ کی کوششوں سے ۴ رجولائی بعد نماز عصر بمقام ملت گرلز اکیڈمی بیل گچھیا، کلکتہ میں خواتین کیلئے ایک خصوصی پروگرام بعنوان ''رمضان کی برکتیں اور اصلاح معاشرہ'' منعقد ہوا۔ ملت گرلز اکیڈمی کی طالبات، سرپرستان اور دیگر خواتین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد ملت گرلز اکیڈمی کی سکریٹری اور بنگال سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مجلس عاملہ کی رکن نور جہاں شکیل صاحبہ نے خواتین سے خطاب کیا۔ خواتین سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اب متبرک ماہ شعبان قریب الختم ہے اور ہم سب الحمدللہ اب رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کے استقبال کیلئے تیار ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ اسلامی سال کا یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ قرآن واحادیث کے مطابق اس ماہ مبارک میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ مبارک کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اس ماہ میں ایک ایک نیکی کا اجر اللہ تعالیٰ سینکڑوں گنا بڑھا دیتا ہے اور معافی کے طلبگاروں کی بڑی بڑی خطائیں معاف کردیتا ہے لیکن ان سب نعمتوں سے وہی اللہ کے بندے مستفید ہوتے ہیں جو اپنے اللہ اور رسول کے احکامات کی پابندی کرتے ہوئے اپنے روزوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گناہوں سے بچنے کیلئے روزہ ایک ڈھال ہے، آپ اس کی حفاظت کیجئے۔ روزہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ روزہ صرف کھانا نہ کھانے یا پانی نہ پینے کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کے اپنے دل، دماغ تمام اعصاب اور نفسانی خواہشات کی پوری طرح حفاظت کرنے کا نام ہے۔ روزہ کے دوران جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، لڑائی جھگڑا کرنا، نماز کی وقت پر ادائیگی نہ کرنا ایسے اعمال ہیں جو روزہ کی فضیلت کو ضائع کردیتے ہیں اور بدقسمتی سے ایک روزہ دار

کا نام صرف بھوک کے پیاسے رہنے والوں کی فہرست میں آجاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مومنو! تم پر روزے اسلئے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ رمضان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی زندگی کے سدھار کیلئے نیک اعمال کی ٹریننگ حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتیں ۲۱،۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ وہ راتیں ہیں جنہیں شب قدر کہا جاتا ہے اور جن کیلئے قرآن میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک رات ہزار راتوں سے بہتر ہے اور تم کیا جانو کہ دو ہزار راتیں کیا ہیں۔ غروب آفتاب سے صبح صادق تک اللہ کے فرشتے آواز لگاتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا جو اپنے اللہ سے اپنی مغفرت مانگے، رزق و روزی مانگے، عمل صالح کی توفیق مانگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جسے رمضان جیسا مہینہ ملا اور وہ اپنے اللہ سے اپنی مغفرت نہ کراسکا۔ اس لئے میری بہنو! آپ رمضان کی عبادتوں اور اس کی برکتوں کے حصول کیلئے ابھی سے کمربستہ ہو جائیں۔ قرآن کا فرمان ہے اے مومنو! اسلام میں تم پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس وقت ہم یہاں دین کی ایک محفل میں جمع ہیں۔ قرآن میں ہمیں خیر امت کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ نیکی پھیلانا اور برائی کو روکنا ہمارا فریضہ قرار دیا گیا ہے اس لئے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم خود بھی دین کے احکام پر عمل کریں اور جہاں تک اللہ نے ہمیں صلاحیت اور قوت دی ہے دوسروں تک بھی دین کی بات کو پہنچائیں۔ اپنے معاشرہ اور سماج کو اچھا بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت کے موضوع اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں عرض کرونگی کہ آج ہمارے معاشرہ میں طرح طرح کی خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوگئی ہیں، کہیں دین کے نام پر اور کہیں رسم ورواج کے نام پر۔ اس کی اصل وجہ اپنے دینی علوم سے ناواقفیت ہے جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وہ کتاب ہے جو زندگی کے ہر گوشہ میں ہماری رہنمائی کرتی ہے ضرورت ہے کہ ہم قرآن اور سیرت رسول کا مطالعہ کریں تا کہ اپنے معاشرہ کی اصلاح کر سکیں اور آخرت کی پکڑ سے بچ سکیں۔ اس وقت ہم سب خواتین یہاں جمع ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ معاشرہ کی اصلاح میں ہم سب بڑا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کی وضاحت کرتے ہوئے نور جہاں شکیل صاحبہ نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے ملک میں یہ بورڈ مستند علماء کا ایک واحد نمائندہ بورڈ ہے جو مسلمانوں کے عائلی قوانین مثلاً نکاح، طلاق، خلع، نفقہ اور وراثت جیسے اہم مسائل میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوشش ہے کہ مسلمان اللہ کے احکام اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور معاشرہ سے ان برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں جو ان کی تباہی و بربادی اور دوسروں کی نظر میں انہیں بے وقعت کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ ہم خواتین کی پہلی ذمہ داری بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور گھر میں ایک پرسکون ماحول کا قیام ہے۔ بچوں کو بچپن سے دینی تعلیم سے روشناس کرائیں، اللہ کے وجود اور آخرت میں جواب دہی کا یقین ان کے دلوں میں قائم کریں۔ شادی، بیاہ نیز دیگر تقریبات کے مواقع پر فضول خرچی اور دوسری غلط رسم و رواج کی تقلید سے خود کو بچا کر سماج میں ایک اچھی مثال قائم کریں۔ خاص طور پر شادی کے موقع پر ہمارے یہاں جہیز کی مانگ کا رواج عام ہو گیا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی قبیح اور غیر اسلامی طریقہ ہے۔ اس ظالمانہ طریقہ سے ہماری کتنی غریب بچیاں شادی سے محروم رہ جاتی ہیں جس کے اثرات معاشرہ کی تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نکاح کے وقت طے ہونے والی رقم ''مہر'' کی اہمیت کو سمجھئے اور اس کی ادائیگی کی فکر کیجئے۔ کیونکہ مہر ایک لڑکی کا شرعی حق ہے جس کی ادائیگی مرد کا فریضہ ہے۔ اکثر لڑکی کو اس حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ معاشرہ میں اس کا احساس کرائیے کہ مرد اپنی بیویوں کے مہر خوش دلی سے ادا کر کے آخرت کی پکڑ سے بچیں۔ اس پروگرام میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی رکن صبوحی عزیز صاحبہ اور عظمیٰ عالم صاحبہ نے بھی شرکت کی اور خواتین کو دین کی طرف راغب کیا۔

وفیات

رکن بورڈ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ حیدرآباد کے والد محترم جناب محمد شمس الدین صدیقی صاحب کا ۶/اپریل ۲۰۱۳ء کو، رکن بورڈ مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد داؤد قاسمی صاحب کا ۱۳/اپریل ۲۰۱۳ء کو مولانا زین العابدین اعظمی صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا ۲۸/اپریل ۲۰۱۳ء اتوار کو، مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۱۸/مئی ۲۰۱۳ء کو، رکن بورڈ مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کے بھائی جناب محمد یعقوب وستانوی صاحب کا ۲۹/مئی ۲۰۱۳ء کو، رکن بورڈ ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب کے بھائی جناب محمد قمر عالم صاحب کا ۱۳/جون ۲۰۱۳ء کو انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب

مکرم ومحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو اور مزاج گرامی ہر طرح بعافیت ہو!

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمایا جو سارے عالم کے لئے ہدایت ہے اور اپنے بندوں پر اپنی خاص اور پسندیدہ عبادت روزہ کو فرض کیا جس کا مقصد ایمان والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کا پیغام دینا ہے، اس مہینہ میں نفل عبادتوں کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب فرمائے، ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے اپنی مرضیات سے نوازے۔ (آمین)

رمضان المبارک کی مناسبت سے آپ سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے علاقہ میں اپنے حلقہ کے علماء وائمہ مساجد کو جمعہ وعیدین کے خطبہ میں شریعت اسلامی کی اہمیت اور مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل وضروریات عوام کے سامنے بیان کرنے کے لیے متوجہ کریں تا کہ ہمارا معاشرہ صالح اسلامی معاشرہ بن سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ واحدہ کی بنیاد پر امت کو متحد ومنظم رہنے کی مسلسل جد وجہد کرتے رہیں کیونکہ اسلام کے نظام عبادت کی روح وحدت واجتماعیت پر ہے۔ پانچ وقت کی نماز با جماعت، جمعہ وعیدین، میدان عرفات میں سارے عالم کے مسلمانوں کا اجتماع اور پوری دنیا میں ایک ہی ماہ رمضان میں روزوں کا حکم یہ اتحاد امت کا عظیم پیغام ہے تا کہ مسلمان مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے کے بجائے ایک امت اور ایک جماعت بنکر **کونوا عباد اللہ اخوانا** کے مصداق بن جائیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ابتداء سے ہی امت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد ہونے کا پیغام دیا ہے جس کی وجہ سے آج بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کا دھڑکتا ہوا دل بن گیا ہے۔ شریعت اسلامی اور شعائر اسلامی کے تحفظ کے لیے بورڈ کی اکتالیس سالہ خدمات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

بورڈ کا تیئسواں اجلاس عام ہندوستان کے تاریخی شہر اجین میں ۲۲،۲۳،۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء کو منعقد ہوا۔ یہ انتخابی اجلاس تھا۔ اس اجلاس میں اتفاق رائے سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب مدظلہ کو چوتھی مرتبہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا، یہ اجلاس اپنے نظم وانتظام، عوام کی دلچسپی اور عام اجلاس میں لاکھوں لوگوں کے اجتماع کے اعتبار سے بہت کامیاب رہا، شہر کے غیر مسلم بھائیوں نے بھی اجلاس کو کامیاب بنانے میں اپنا تعاون دیا، اس اجلاس میں بہت اہم تجاویز طے کی گئیں جس کو عمل میں لانے کے لئے ۲۲/ جون ۲۰۱۳ء کے عاملہ کے اجلاس میں نقشۂ کار تیار کر لیا گیا ہے اور کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ کامیاب کرے۔

اس وقت مسلم پرسنل لا سے متعلق کئی مقدمات مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں، اس کے علاوہ خلاف شریعت ہو رہے فیصلوں کے سدباب کی کوشش جاری ہے، نیز بورڈ کے مقاصد کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ سے متعلق ضروری اور مفید لٹریچر کی تیاری اور اسے پورے ملک میں بھیجنا، ملک کے مختلف شہروں میں دار القضاء کا قیام، تفہیم شریعت تحریک کو منظم کرنا۔ ان سب امور کو بورڈ منصوبہ بند طریقہ سے انجام دے رہا ہے، جس پر ایک بڑی رقم صرف ہو رہی ہے، اس وقت ضرورت ہے کہ بورڈ کو مالی اعتبار سے مستحکم کیا جائے تا کہ موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق بورڈ کے مقاصد وپروگرام کو لوگوں تک پہونچایا جائے۔ کیوں کہ آپ حضرات کے گراں قدر عطیات کے سوا بورڈ کے لیے آمدنی کا کوئی اور دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

اس لیے بڑی امیدوں کے ساتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کہ رمضان المبارک میں اپنے حلقہ اثر کے منتخب اہل خیر حضرات کے گرانقدر عطیات حاصل کرنے کی جد وجہد کریں۔ اہل خیر سے رابطہ قائم کریں۔ اور بورڈ کے متنوع پروگراموں اور منصوبوں سے واقف کرا کر بورڈ کی مالیات کو مستحکم کرنے کی گذارش کریں۔ اگر آپ ہفتہ دس روز مالی فراہمی کی تحریک چلا دیں گے تو انشاء اللہ معقول رقم جمع ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے اور اپنی کوششوں کے ساتھ نیک مشوروں سے بھی مطلع کریں گے۔

والسلام

سید نظام الدین

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

۱۲/ جولائی ۲۰۱۳ء

۞۞۞